وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ

وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ

مُقطّعاتِ قرآنی

از

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب احمدی ریٹائرڈ سول سرجن

ناشر

شیخ محمد اسماعیل پانی پتی مہتمم احمدیہ دار الاشاعت

سنہ ۱۳۶۳ھ　سنہ ۱۳۲۳ ھش　سنہ ۱۹۴۴ء

باراوّل　قیمت ۸ر

وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ

مُقطّعاتِ قرآنی

از

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب احمدی ریٹائرڈ سول سرجن

ناشر

شیخ محمد اسماعیل پانی پتی مہتمم احمدیہ دارالاشاعت

سنہ ۱۳۶۳ھ — سنہ ۱۳۲۳ ھش — سنہ ۱۹۴۴ء

بار اوّل — قیمت ۸ ر

(جمال پریس دہلی)

فہرست مضامین

اِنتساب

بنام آنکہ رحمان و رحیم ست
علیم و مالک و ربّ و کریم ست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

دیباچہ

آج میں اِس رسالہ کے ذریعہ **مُقطعاتِ قرآنی** کے متعلق ایک بہت ہی اچھوتا مضمون قارئینِ کرام کے سامنے پیش کر رہا ہوں، جو حضرت اُستاذی المحترم جناب ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب ریٹائرڈ سول سرجن کا لکھا ہوا ہے اور جسے حضرت ممدوح نے روزنامہ الفضل کی گیارہ قسطوں میں ۱۷ ستمبر ۱۹۴۳ء سے ۳ اکتوبر تک چھپوایا تھا۔ مضمون چونکہ اپنی جدت اور ندرت کے لحاظ سے نہایت عجیب تھا لہٰذا بیحد دلچسپی کے ساتھ پڑھا گیا۔

جب سے یہ پُر معارف مضمون الفضل میں نکلا تھا اُسی وقت سے میرا دل برابر چاہ رہا تھا کہ یہ کتابی شکل میں شائع ہو جائے، کیونکہ اخبارات میں جو مضامین چھپتے ہیں وہ خواہ کتنے ہی اعلیٰ اور مفید ہوں مگر بہت ہی جلد دنیا کی نظروں سے چھپ جاتے ہیں۔ نہ اخبار کا پتہ رہتا ہے نہ مضمون کا۔ چنانچہ سینکڑوں ہزاروں بے نظیر مضامین اسی طرح قعرِ گمنامی میں غرق ہو گئے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ نہ تو بالعموم اخباروں کے فائل محفوظ رہتے ہیں اور نہ ہر شخص کو اتنی فرصت ہوتی ہے کہ بیٹھا ہوا پرانے اخباروں کی ورق گردانی کرتا رہے۔

مندرجہ بالا وجوہات کے باعث اشد ضرورت تھی کہ یہ مہتم بالشان مضمون علیحدہ کتابی شکل میں شائع ہو، تاکہ ایک تو اِس کی حیثیت مستقل اور پائدار

ہو جائے ، اور دوسرے ہر شخص جب چاہے اس کو آسانی سے اور بیک وقت مطالعہ کر کے مستفید ہو سکے ۔ اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار احسان ہے کہ باوجود کاغذ کی شدید گرانی بلکہ نایابی کے آج میری یہ خواہش عملی شکل اختیار کر رہی ہے اور میں بہ اجازت حضرت میر صاحب محترم یہ لاجواب مضمون اَلفضل سے نقل کر کے کتابی صورت میں صاحبِ ذوق حضرات کی خدمت میں پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہوں ۔ اَلسَّعْیُ مِنِّی وَالْاِتْمَامُ مِنَ اللّٰہِ تعالیٰ ۔

قرآنی حقائق و معارف کو جیسے لطیف اور دل نشین پیرائے میں بیان کرنے کا عجیب ملکہ خداوند کریم نے حضرت میر صاحب کو ودیعت کیا ہے ، اس سے احبابِ جماعت بخوبی واقف ہیں ۔ مگر اس سلسلہ میں جناب ممدوح کا جو مضمون آج شائع کیا جا رہا ہے وہ اُن سب سے بالا اور نرالا ہے ، حضرت میر صاحب ایک لمبے عرصہ سے مُقطعاتِ قرآنی پر غور فرما رہے تھے اور اس فکر میں تھے کہ کوئی اطمینان بخش توجیہ مقطعات کی سمجھ میں آئے ۔ اسی سوچ میں ایک دن اچانک بجلی کی مانند اُن کے دل پر القا ہوا کہ یہ مقطعات دراصل سورہ فاتحہ ہی کے ٹکڑے ہیں ، اور الحمد ہی قرآن میں دوسری دفعہ مقطعات کی صورت میں نازل ہوئی ہے ، اور جس سُورت پر جو ٹکڑا فاتحہ کا رکھا ہوا ہی وہ سورۃ اسی حصۂ فاتحہ کی تفسیر ہے ۔

پھر جب حضرت میر صاحب نے مختلف سُورتوں کے مقطعات کو اس اصل پر منطبق کر کے دیکھا تو نتیجہ حیرت انگیز طور پر دُرست نِکلا ۔ اس اطمینان کے بعد آپ نے قریباً ڈیڑھ دن میں یہ سارا مضمون لکھ ڈالا جو اس وقت

آپ کے ہاتھ میں ہے۔

مقطعاتِ قرآنیہ کے متعلق جو نظریہ حضرت میر صاحب نے اِس مضمون میں پیش کیا ہے اِس سے پہلے کسی مفسرِ قرآن کا ذہن اِس طرف منتقل نہیں ہوا، اور یہ بات بلا خوفِ تردید کہی جاسکتی ہے کہ یہ توجیہ اپنی نوعیت میں بالکل نئی ہے۔

اگرچہ متقدمین میں سے متعدد بزرگوں نے اپنی اپنی سمجھ اور فہم کے مطابق مقطعات کی تفسیر کرنے کی کوشش کی ہے، مگر ان محترم بزرگوں کے مقابلہ میں حضرت میر صاحب کی تشریح کو ایکؔ تو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ وہ تمام گذشتہ توجیہات کی نسبت زیادہ قریب الفہم، زیادہ واضح اور زیادہ مدلل ہے، اور دوسرےؔ یہ کہ پہلی کسی توجیہ کی نسبت یہ نظر سے نہیں گذرا کہ وہ القائے الٰہی سے ہوئی ہو۔ پس یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اُس نے مسیح موعودؑ کے ایک مخلص خادم کے دل پر مقطعات کے ایسے لطیف معنی القا کیے کہ تیرہ سوؔ برس میں اِس سے زیادہ موزون اور واضح معنی نظر سے نہیں گذرے۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک

اس موقع پر شاید کسی دوست کو یہ وہم گذرے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے جو الٓمٓ کے معنی اَنَا اللہُ اَعْلَمُ بیان فرمائے ہیں تو یہ اِس تشریح کے مخالف پڑتے ہیں۔ اِس کے متعلق عرض ہے کہ ایکؔ تو حضرت میر صاحب کو اِس سے انکار نہیں کہ یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں، دوسرےؔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی طرف سے مقطعات کے کوئی

نئے معنی بیان نہیں کیے، بلکہ وہی معنی دُہرا دیے ہیں جو قدمار کرتے آئے ہیں اس کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت اقدسؑ نے کہیں نہیں فرمایا کہ "مجھ پر یہ معنی منکشف ہوئے ہیں" یا "مجھے خدا نے بتائے ہیں"۔ برخلاف اس کے بالکل واضح طور پر آپؑ نے تسلیم کیا ہے کہ مقطعات کے معنی آج تک کسی پر نہیں کھلے چنانچہ میاں محمدؐ بخش صاحب ملتانی کے نام اپنے ۳۱ مئی ۱۹۰۳ء کے مکتوب میں فرماتے ہیں:-

"اللہ تعالیٰ قرآن میں صاف فرماتا ہے کہ بعض آیات بیّنات ہیں جن میں تصریح کی گئی ہے، اور بعض متشابہات ہیں جن کی حقیقت کسی پر کھولی نہیں گئی، ویسا ہی مقطعاتِ قرآنی ہیں"۔

(الفضل ۲۷ اکتوبر ۱۹۴۳ء صفحہ ۳ کالم ۲)

مقطعات کی جو تشریح حضرت میر صاحب نے کی ہے وہ اس لیے بھی زیادہ اہم اور وقیع ہو جاتی ہے کہ سُورہ فاتحہ کا "مسیح موعود" کے زمانہ سے خاص تعلق ہے اور مقطعات بھی اسی سُورت کا نزولِ مکرّر ہیں، اس لیے امید ہے کہ یہ مضمون شوق کے ساتھ پڑھا جائے گا۔ اور احباب جماعت اِسے آئندہ نسلوں کے لیے بطور یادگار محفوظ رکھیں گے۔

اِس مضمون کی یکجائی اور علیحدہ اشاعت اِس لیے بھی ضروری تھی کہ اگرچہ مرکزی صداقت تو وہی رہے گی جو بیان ہوئی ہے، لیکن تفصیلی طور پر ہر مقطعہ کو اپنی متعلقہ سُورۃ پر چسپاں کرنے کی تفاصیل کا خانہ عمداً خالی چھوڑ دیا گیا ہے، تاکہ احباب جماعت ایک اصل کو سامنے رکھ کر پھر اپنے

اپنے علم اور اپنی اپنی بصیرت کے موافق اس میں طبع آزمائی کریں۔

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت اور مصلح موعود حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے طفیل ہم احمدی تو روزانہ ہی قرآن کریم کے عجیب و غریب معارف اور نکات سنتے اور پڑھتے رہتے ہیں۔ لیکن آج میں غیر احمدی علماء اور شائقین کی خدمت میں بھی ایک ایسا مائدہ آسمانی پیش کرتا ہوں کہ اس سے قبل اُن کے کام و دہن ایسی لذیذ روحانی دعوت سے آشنا نہ ہوئے ہوں گے۔ اگر کوئی صاحب اسے مبالغہ یا تعلّی سمجھیں تو پھر میں ادب کے ساتھ عرض کروں گا کہ کوئی قدیم یا جدید تفسیر پیش فرمائیں جس میں مقطعات کے متعلق ایسے لطیف اور دل نشین طریقہ پر بحث کی گئی ہو۔

میں آخر میں اس پُر معارف کتاب کی اشاعت کی توفیق ملنے پر اپنے پیارے خدا کا شکر ادا کرتا ہوں، اور ساتھ ہی دُعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے ہمیشہ ہی ایسے نیک کاموں کا موقع دیتا رہے۔ آمین، ثم آمین *

مسیح موعودؑ کا ایک ادنیٰ ترین غلام

(شیخ) محمد اسماعیل پانی پتی

پانی پت

۶ ماہ مئی ۱۹۴۴ء

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھُوَالنَّاصِر

مُقَطَّعَاتِ قُرآنی

تمہید

بعد از حمد و ثناء خدا و درود بر مصطفٰےؐ و صلوٰۃ بر میرزاؑ یہ خاکسار جمیع برادرانِ احمدیت کی خدمت میں بعد السلام علیکم کے عرض کرتا ہے کہ سالہا سال سے اس خاکسار کے دل میں مقطعاتِ قرآنی کے حل کرنے کا خیال رہتا تھا، اور اُن کے سمجھنے کے لیے دُعائیں بھی کیا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ جو جو تحریریں اُن کی تفسیر کے متعلق مجھے مل سکتی تھیں اُن کو بھی مطالعہ کیا کرتا تھا، لیکن میرا دل اُن توجیہات پر کبھی پُورے طور سے مطمئن نہیں ہوا، اور یہی دُعا رہی کہ "خدایا! تو اپنے فضل سے خود مجھے ان کا حقیقی حل سمجھا، اور ان کی اصلیت مجھ پر منکشف فرما۔" آخر قریباً دو سال ہوئے کہ اسی اُدھیڑ بُن میں یکدم بجلی کی روشنی کی ایک کرن نے راستہ سُجھا دیا، بلکہ روشن کر دیا۔ اور حروفِ مقطعات کی متعدد توجیہات

میں سے ایک حقیقت اور کیفیت مجھ پر ظاہر کردی۔

اِس فوری القا کے بعد اِس کی روشنی میں مَیں نے بطورِ خود راستہ آگے نکالنا چاہا تو کئی باتیں خدا تعالیٰ کے فضل سے اس کی تائید میں پیدا ہوگئیں میں نے چند دوستوں سے بھی اِس کا ذکر کیا، مگر عموماً اُن کو اِس معاملہ میں بہت زیادہ شوقین نہ پایا، حالانکہ قرآن مجید کا سچا عشق دنیا میں اِس وقت صرف جماعتِ احمدیہ ہی کو ہے۔

اب جبکہ میری تحقیق ایک حد تک پہنچ گئی اور خود میرے مطمئن کرنے کو کافی ہوگئی تو میں نے خیال کیا کہ ایک دعوتِ عام کے ذریعے اِس بات کو شائع کردوں، تاکہ دُوسرے تمام دوست، خاص کر وہ جو اِن باتوں کے اہل ہیں اور شوق رکھتے ہیں، اور ایسے امور کو آگے چلانے اور راستوں کو آگے کھول لینے میں مشتاق ہیں وہ اِس پر غور کریں۔ جو چیز قبول کرنے والی ہو اُسے قبول کریں، جو رد کرنے والی ہو اُسے رد کریں۔ جو مزید تشریح کی محتاج ہو اُس کی تشریح اور تفسیر کریں اور اِس سے مجھے بھی اطلاع دیں، کیونکہ ابھی بہت سی باتیں زیادہ روشنی کی محتاج ہیں، اور غور و فکر کے بعد زیادہ بہتر شکل میں، یا نئی صورت میں کہی جا سکتی ہیں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اِس کی روشنی میں ایک اور نئی حقیقت اور ایک اور نئی توجیہ اور تفسیر انہی حروفِ مقطعات کی کسی دوست کو مل جائے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا کلام بجد وسیع ہے اور اُس کے معانی طرح بطرح اور رنگ برنگ کے ہیں جو مختلف ذہنوں اور مختلف دماغوں کی مناسبت سے لوگوں پر کھولے جاتے ہیں، پھر آگے سننے والے بھی

اپنی لیاقت، طبیعت اور مناسبت کے لحاظ سے کوئی ایک معنی کو پسند کرتا ہے کوئی دوسرے معنی کو، اور کوئی تیسرے کو۔ پس میں جو اب ایک نئے معنی مقطعات کے بیان کرنے لگا ہوں، اس کے لیے بھی ضروری نہیں کہ گذشتہ معنی منسوخ سمجھے جائیں، بلکہ یہ ایک نیا قدم ہے اور نئے معنی ہیں جو پہلے لوگوں کے معانی کو منسوخ نہیں کرتے۔ صرف اتنی بات ہے کہ میرے نزدیک یہ توجیہ گذشتہ توجیہات سے زیادہ نمایاں، زیادہ بہتر اور زیادہ قرین قیاس ہے، ورنہ کلامِ الٰہی تو ایک ناپیدا کنار سمندر ہے، اور کسی ایک معنی یا مطلب پر اُس کا حصر کر لینا ایسا ہی ہے جیسے کوئی یہ دعویٰ کرے کہ "سنگترہ صرف ایک مفرّح دل پھل ہے۔ اِس کے سوا اس میں کوئی اور خاصیّت نہیں"۔ سو جس طرح مخلوقاتِ الٰہی میں سے ہر چیز میں لاتعداد خاصیتیں ہیں، اور ہر زمانہ میں نئی نئی ظاہر ہو رہی ہیں، اِسی طرح مقطعات کے مطلب کو بھی صرف ایک معنی میں محدود و محصور کر دینا نادانی ہے۔ ہاں یہ جائز ہو سکتا ہے کہ ایک شخص یہ کہے کہ فلاں معانی دوسرے معانی سے زیادہ روشن، واضح اور صاف ہیں، یا میرا ذہن اور میری طبیعت اِن معانی کو زیادہ مناسب سمجھتی ہے۔ ورنہ یہ مطلب نہیں ہے کہ دوسرے سب معانی غلط ہو گئے ہیں۔ پس مقطعات کی نئی توجیہ کر کے میں کسی سابقہ بزرگ یا صحابی کی نعوذ باللہ توہین نہیں کرنا چاہتا، نہ یہ کہتا ہوں کہ اُن کے معنی غلط ہیں۔ ہاں یہ کہتا ہوں کہ یہ ایک نئے معنی ہیں اور غور کرنے کے لائق ہیں، اور میرے نزدیک گذشتہ لوگوں کی توجیہات سے زیادہ وسیع اور زیادہ قرینِ قیاس ہیں۔ اور بس۔

جو احباب اِس مضمون سے اختلافِ رائے رکھتے ہوں، اُن کی خدمت میں عرض ہے کہ مہربانی فرما کر تمام مضمون پڑھ کر پھر اپنے اختلاف کا اظہار کریں درمیان میں اُلجھنا شروع نہ کر دیں، ممکن ہے کہ آگے چل کر اُن کے اعتراض کا جواب مضمون کے اندر ہی اُن کو مل جائے، یا غور کرنے کے بعد خود اُن کے اپنے ہی ذہن میں آ جائے۔

مقطّعات اور حروفِ مقطّعات

قرآن مجید کی اُٹھائیس ۲۸ سورتوں پر مضمونِ سورۃ شروع ہونے سے پہلے آپ نے کچھ بظاہر بے معنی حروف دیکھے ہوں گے، ان کو مقطعات اور حروفِ مقطعات کہتے ہیں۔ مثلاً سورۂ بقر کے سر پر الٓمّٓ ایک مقطوعہ ہے اور اس میں تین حروف ہیں الف۔ لام اور میم۔ اسی طرح سورۂ مریم کے سر پر کٓھٰیٰعٓصٓ ہے، اس میں پانچ حروفِ مقطعات ہیں کاف ھا۔ یا۔ عین۔ صاد۔

اِن تمام مقطعات کے حروف ہمیشہ الگ الگ پڑھے جاتے ہیں مِلا کر نہیں پڑھے جاتے، نمایاں اور لمبا کر کے پڑھنے کے لیے اُن پر عموماً مدّ اور کھڑا زبر بھی دے دیتے ہیں

پس مقطعات اور حروفِ مقطعات میں ابھی آپ فرق سمجھ لیں الٓمّٓ۔ الٓرٰ۔ کٓھٰیٰعٓصٓ وغیرہ یہ مقطعات کہلاتے ہیں اور الف - لام - میم + یا الف - لام - را + یا کاف۔ ھا۔ یا عین - صاد یہ حروفِ مقطعات ہیں +

مقطعات

کُل مقطعاتِ قرآنی بمعہ مکررات اٹھائیس ۲۸ ہیں۔ عام طور پہ سورۂ نون کا نٓ بھی اِس میں شامل کر کے اُنتیس ۲۹ مقطعات کہے جاتے ہیں۔ مگر میرے نزدیک نٓ مقطعات میں نہیں ہے جس کی وجوہات میں اپنی جگہ پر بیان کرونگا انشاء اللہ۔

قرآن مجید میں حسب ذیل تیراں ۱۳ مقطعات ہیں:-

الم - المص - الر - المر - کھیعص - طٰہٰ - طسم - طس
یٰس - ص - حم - حم عسق - ق

لیکن یہ ایک ایک دفعہ قرآن میں وارد نہیں ہوئے۔ بلکہ بعض کئی کئی مرتبہ آئے ہیں، چنانچہ ۱۳ مقطعات ۲۸ جگہ وارد ہوئے ہیں۔

الم ۶ دفعہ - المص ۱ - الر ۵ - المر ۱ - کھیعص ۱ - طٰہٰ ۱ - طسم ۲
طس ۱ - یٰس ۱ - ص ۱ - حم ۶ - حم عسق ۱ - ق ۱ اس طرح کل تعداد مقطعات کی ۲۸ ہے۔

مقطعات کی جماعت بندی

جماعت بندی (GROUPING.) کے لحاظ سے بظاہر (۱) ایک کلاس الم کی ہے جس میں المص بھی شامل ہے (۲) دوسری کلاس الر کی ہے جس میں المر بھی شامل ہے (۳) تیسری کلاس ط کی ہے جس میں طٰہٰ - طسم - طس داخل ہیں (۴) چوتھی کلاس حم کی ہے جس میں حم عسق بھی شامل ہے (۵) یٰس (۶) صرف حرف ص (۷) صرف حرف ق +

اگرچہ اس کلاس بندی میں اور طرح بھی ترمیم ہوسکتی ہے مگر صحیح یہی ہے کہ قرآنی ترتیب کے مطابق الٓمٓرٰ۔ الٓرٰ کی کلاس میں داخل ہے نہ کہ الٓمٓ کی کلاس میں۔ اب میں سورۃ وار مقطعات لکھتا ہوں:۔

بقرہ	الٓمٓ	مریم	کٓھٰیٰعٓصٓ	فاطر (یا ملٰئکہ)	-
آل عمران	الٓمٓ	طٰہٰ	طٰہٰ	یٰسٓ	یٰسٓ
نساء	-	انبیاء	-	صافات	-
مائدہ	-	حج	-	صٓ	صٓ
انعام	-	مومنون	-	زمر	-
اعراف	الٓمٓصٓ	نور	-	مومن	حمٓ
انفال + توبہ	-	فرقان	-	حم سجدہ (فصّلت)	حمٓ
یونس	الٓرٰ	شعراء	طٰسٓمٓ	شوریٰ	حمٓ عٓسٓقٓ
ہود	الٓرٰ	نمل	طٰسٓ	زخرف	حمٓ
یوسف	الٓرٰ	قصص	طٰسٓمٓ	دخان	حمٓ
رعد	الٓمٓرٰ	عنکبوت	الٓمٓ	جاثیہ	حمٓ
ابراہیم	الٓرٰ	روم	الٓمٓ	احقاف	حمٓ
حجر	الٓرٰ	لقمان	الٓمٓ	محمد (قتال)	-
نحل	-	سجدہ	الٓمٓ	فتح	-
بنی اسرائیل	-	احزاب	-	حجرات	-
کہف	-	سبا	-	قٓ	قٓ

اس کے آگے مقطعات کا سلسلہ بند ہے۔ اور ۶/۷ قرآن کی سورتوں کے نام آگئے ہیں ۱/۷ قرآن اس کے بعد بغیر مقطعات کے ہے۔

حروفِ مقطعات

ان مقطعات میں جو حروفِ تہجی آئے ہیں، اُن حروف کا نام "حروفِ مقطعات" ہے، اور عجیب بات یہ ہے کہ جس طرح مقطعات تیراں ۱۳ ہیں اسی طرح حروفِ مقطعات بھی تیراں ۱۳ ہیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے

حروفِ مقطعات قرآنی ترتیب کے مطابق

ا ل م ص ر ک ہ ی ع ط س ح ق = ۱۳

حروفِ مقطعات بترتیب حروفِ تہجی

ا ح ر س ص ط ع ق ک ل م ہ ی = ۱۳

ہر ایک حرف کتنی دفعہ مقطعات میں موجود ہے

ا	۱۳ دفعہ	ص	۳ دفعہ	ک	۱ دفعہ
ح	۷ ”	ط	۴ ”	ل	۱۳ ”
ر	۶ ”	ع	۲ ”	م	۱۷ ”
س	۵ ”	ق	۲ ”	ہ	۲ ”
				ی	۲ ”

آمدم بر سرِ مطلب

مقطعات اور حروفِ مقطعات کے روشناس کرانے کے بعد، اور یہ بیان کرنے کے بعد کہ یہ مقطعات بظاہر بے معنی الفاظ نظر آتے ہیں، یہ بتانا ضروری ہے کہ پھر اُن کا مطلب کیا ہے؟ اور اس مطلب کے سمجھنے کے اُصول کیا

ہیں۔ یونہی اپنی طرف سے کوئی شخص ایک بے معنی لفظ کے کچھ معنی کر دے اور دوسرا دوسرے معنی کر دے اور تیسرا تیسرے معنی کرنے لگے، تو بلا قرائن عقلی اور قرآنی دلائل اور معقول وجوہات کے ہم اس کو محض تفسیر بالرائے کہیں گے۔ مثلاً قٓ والقرآن المجید میں قاف کا مطلب قاہر قہار۔ قدیر۔ قادر۔ قل۔ قال اللہ۔ قدرت۔ اقترب الساعۃ قلم۔ قلب۔ قیامت۔ قرآن۔ قارون یا قاب قوسین اگر کوئی شخص کرے تو ہم یہی کہیں گے کہ اس کے لیے کوئی قرینہ لفظی یا معنوی یا قرآنی اشارہ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمودہ یا عقل سلیم، اور ادب لطیف کی کوئی تائید بھی تو پیش کرو۔ کیونکہ یونہی بغیر کسی وجہ اور ثبوت کے ایسے معنی تسلیم کر لینے نہایت نامناسب ہوں گے۔ محض قٓ والا لفظ ہونا کافی نہیں۔ تائیدی اور معنوی ثبوت بھی تو ہونا چاہیئے۔ پس کسی نہ کسی قسم کے دلائل بھی ضروری ہیں۔ جن سے ہمارے کیے ہوئے معنوں کی تائید ہو سکے۔

اصل اور جڑ کو پکڑنا چاہیئے

دوسری بات یہ ہے کہ یونہی تیرآں مقامات میں سے کسی ایک کے معنے کر لینے اور باقیوں کے متعلق سکوت اختیار کرنا۔ مثلاً الٓمٓ کے معنی انا اللہ اعلم کہہ کر باقیوں پر خاموش ہو جانا ٹھیک اصول نہیں۔ اگر انکشافِ حقیقت ہوا ہے تو سب مقطعات پر یا اکثر پر تو حاوی ہونا چاہیئے مثلاً الٓمٓ کے معنی ہم نے کسی سے پوچھے، اُس نے فوراً جواب دیا کہ

الف اللہ کا، ل جبرئیل کا، اور م محمدؐ کا ہے۔ لیکن اسی اصول کے ماتحت اگر پوچھا جائے کہ عسق سے کس کس کا نام مراد لیا جائیگا، تو پریشان سے ہو جاتے ہیں۔ پھر ایک دوسرے شخص سے پوچھا کہ الٓمٓ کے معنی کیا ہیں؟ کہنے لگے انا اللہ اعلم۔ پوچھا، کیا ثبوت؟ کہا حضرت ابن عباسؓ یا حضرت مجاہدؒ نے یہ تفسیر کی ہے۔ پھر پوچھو کہ باقی بارہ مقطعات کی تفسیر ابن عباسؓ یا مجاہدؒ کی بیان کردہ لاؤ؟ تو خاموشی، پھر کہو کہ اگر وہ بارہ مقطعات کی تفسیر نہیں کر گئے تو کم از کم کوئی اصول ہی بتا گئے ہونگے یا اس انا اللہ اعلم سے تم خود ہی کوئی اصول باقی قفل کھولنے کے لیے وضع کرو؟ تو چپ ہو جاتے ہیں، یا یہ کہہ دیتے ہیں کہ جی خدا کا کلام ہے اس پر جتنے حروف آئے ہیں وہ سب خدا کے نام ہیں۔ مثلاً ص سے مراد صادق وغیرہ۔ ط سے مراد لطیف وغیرہ۔ غرض اسمار الٰہی میں کہیں بھی کوئی ویسا حرف مل جائے بس جھٹ اس لفظ کو پکڑ کر آگے رکھ لیا کرو اور وہی ان حروفِ مقطعات کے معنی ہیں۔ مگر ایسا طریقہ تو اندھیر نگری ہے علمی اور تسکینِ قلب کرنے والا طریقہ نہیں ہے۔

پس ہمیں ان مقطعات کے حل کے لیے ڈھونڈنا چاہیے کہ اصولاً یہ مقطعات ہیں کیا چیز؟ نہ یہ کہ جن حروفِ مقطعات کو چاہا آگے رکھ کر جو چاہے معنی کر دیے، اور اب تک تو پرانے لوگ شاید یہی کرتے رہے ہیں اصولاً پہلے یہ نہیں معلوم کیا گیا کہ مقطعات ہیں کیا؟ پھر اگر تفصیلات میں کچھ غلطی رہ جائے تو ہرج نہیں۔ اس کا درست کر لینا آسان ہے۔ مگر مقطعات کی

اصلیئت ہی معلوم نہ ہو، اور جھٹ س کے معنی سلام۔ سمیع۔ قدوس۔ واسع یا ط کا مطلب معطی۔ مقسط۔ لطیف۔ باسط۔ یا ص کا مطلب بصیر۔ مصور صمد وغیرہ لینے لگ جائیں تو سوائے اس کے کہ سننے والا ہنس دے اور کچھ نتیجہ نہیں نکلتا۔ پس لازم ہوا کہ ہم پہلے جڑ اور اصلیئت مقطعات کی معلوم کریں اور یہی وہ بات تھی جس کی طرف توجہ نہ کرنے سے پہلے مفسر عموماً فرضی اور اندازی معنی کرتے رہے اور اس سے آگے نہ بڑھ سکے۔

مُقطعات کی اصلیئت

یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل اور اُس کا رحم تھا کہ کچھ مدت گذری کہ ایک دن بجلی کی طرح بلا کسی وقتی غور و خوض کے یہ ایک بالکل نئی بات میرے دل میں پڑی کہ قرآنی مقطعات دراصل سورہ فاتحہ کے ہی ٹکڑے ہیں اور انکی یہی اصلیئت ہے۔ اس وقت تک نہ مجھے کبھی یہ خیال آیا تھا، نہ یہ بات کبھی پہلے پڑھی یا سُنی تھی، نہ اس کی کوئی دلیل میرے پاس تھی، نہ کوئی قرینہ ذہن میں آیا تھا، بالکل ایک دعویٰ ہی دعویٰ تھا۔ جس کا ثبوت میرے پاس کوئی نہ تھا مگر میں نے قرآن کھول کر کچھ توجہ اور مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ یہ بات صحیح ہے، اور مجھے بعض قرائن اور باتیں ایسی مل گئیں جن سے مجھے انشراح صدر ہو گیا کہ تمام مقطعات صرف فاتحہ کی آیات اور فاتحہ کے الفاظ کا اختصار ہیں۔ اور جس جس سورۃ پر کوئی مقطعہ موجود ہے وہ سورۃ۔ الحمد کی اُس آیت یا لفظ کی تفسیر ہے جس کا اختصاراً وہ مقطعہ ہے۔ مثلاً تمام مقطعات کی تفصیل میں جانے کے بغیر اس وقت صرف آپ کے سمجھنے کے لیے میں الم ہی کو لیتا ہوں جو بقرہ کے

سر پر ہے (تفصیلی ذکر انشاء اللہ آگے چل کر کرونگا) یہ السمٓ - الف اور ل اور م کا مجموعہ ہے۔ الف سے مراد انعمت علیھم کا گروہ ہے۔ ل سے ضالین مراد ہیں اور م سے مغضوب علیھم۔ غرض اس سورۃ میں اکثر ذکر تفصیلی طور پر انہی تین جماعتوں کا ہوگا۔ پھر جب ہم اس سورۃ کو پڑھتے ہیں تو شروع میں متقی لوگوں کا۔ اور ان الذین کفروا یعنی مغضوب علیھم کا اور اگلے رکوع میں دونو قسم کے منافقین (ضالین) کا ذکر ہے پھر آگے چل کر انعمت علیھم کی فہرست میں جابجا موسیٰ۔ ابراہیم۔ اسمٰعیل اسرائیل۔ ابتدائی بنی اسرائیل اور سلیمن وغیرہ انعمت علیھم کا ذکر اور مسلمانوں کا حال آخر تک پھیلا ہوا ہے، اور مغضوب علیھم یعنی یہودیوں کی کرتوتوں کا تفصیلی ذکر، اور کفار عرب کی کارروائیاں، اور ضالین میں عیسائیوں کا ذکر اور ان کے عقائد، نیز منافقین کا ذکر برابر ساری سورۃ میں چلتا ہے اور اکثر یہی ذکر ہے۔ لیکن اس کے علاوہ بھی اور مضامین آتے ہیں ان کی وجہ انشاء اللہ آگے چل کر بیان ہوگی۔

بعینہ یہی حال سورہ آل عمران کا ہے کہ وہ بھی السمٓ سے شروع ہوتی ہے تو اس طرح سے فاتحہ کی آیات یا الفاظ مختصر کر کے قرآن مجید کی بہت سی سورتوں پر لکھے گئے ہیں، تاکہ پڑھنے والا یہ سمجھ لے کہ فاتحہ کی فلاں آیت کی تفسیر اس سورت میں بیان کی گئی ہے۔

یہ ہے اصلیت مقطعات کی جن سے عموماً لوگ ناواقف ہیں، اب میں وہ قرائن اور دلائل بیان کروں گا۔ جن سے اس اصل کو سمجھنے میں عقلی مدد

ملے گی اور قرآنِ کریم کی اُس تائید کا بھی ذکر کروں گا جو اِس دعوے میں مجھے حاصل ہے۔

ثبوت بذمہ مُدَّعی

چونکہ مدعی کے ذمہ ہر دعویٰ کا ثبوت ہوتا ہے، اِس لیے میں بھی اپنے دعوے کے ثبوت میں بعض دلائل بیان کروں گا۔ لیکن بعض باتیں اہلِ علم کے کرنے کی ہوتی ہیں، اور اُن کا ذہن کسی مہتم بالشان بات کو اُڑا کر پھر اُس کے لیے ثبوت و قرائن خود مہیا کرتا ہے اور نئی نئی شاخیں اور دلائل پیدا کرتا ہے۔ اِس لیے اہلِ علم اصحاب سے خصوصاً اُن سے جن کو قرآن مجید سے شغف ہے میری یہ درخواست ہے کہ میرا یہ خاکہ چونکہ نہایت مختصر ہوگا، اِس لیے وہ خود بھی اِس مسئلہ پر غور کریں اور (جیسے بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے) فوری انکار نہ کریں بلکہ سوچیں، اور اگر یہ اصل اور یہ حل مقطعات کا اُن کو کچھ بھی معقول معلوم ہو تو اس کے لیے مزید تائیدی دلائل اور علمی قرائن مہیا کریں، میں نے تو صرف اپنی ذاتی اور شخصی تسلّی کے لیے بعض قرائن جمع کیے ہیں امید ہے کہ وہ اصحاب۔ جماعت کے زیادہ وسیع دائرہ کے لیے مزید علمی ثبوت اس کی تائید کے جمع کر سکیں گے۔ فجزاہم اللہ

قرینہ اوّل

یہ ہے کہ اب تک مقطعات کے جو معنی کیے جاتے رہے ہیں، وہ مبہم، بلادلیل اور غیر تسلی بخش ہیں، اور اکثر علمارِ سابقین اِس طرف گئے ہیں کہ یہ مقطعات اسرارِ الٰہی ہیں سے بعض اسرار ہیں، یا یہ کہ غالباً یہ خدا کے نام ہیں

مگر تعین ندارد، پھر یہ کہ مقطعات کو ایک لڑی میں پرو دیا نہیں گیا، بلکہ جیسی ضرورت ہوئی معنے کر لیے، اور وہ بھی نہایت مجمل اور مبہم۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ مقطعات کی پشت پر کوئی اصل تسلیم نہیں کی گئی۔

اب جبکہ ہم نے یہ بتا دیا کہ یہ سب فاتحہ کی آیات ہیں، اور جن سورتوں پر آئی ہیں اُن سورتوں میں مخصوص طور پر فاتحہ کی اُس آیت یا اُن آیات کی تفسیر کی گئی ہے، تو اب ایک روشن اصل اور مسلسل، غیر مبہم، بادلیل وجہ اور کنجی ہمارے ہاتھ میں آگئی ہے، جس سے ہم سارا خزانہ ان سب مقطعات کا بیک وقت کھول سکتے ہیں۔

قرینۂ دُوم

دوسرا قرینہ میرے دعوے کے ثبوت میں یہ ہے کہ تمام حروفِ مقطعات خود فاتحہ میں موجود ہیں، کوئی بھی ایسا نہیں جو نہ ہو، اب میں سورہ فاتحہ اور مقطعات کے حروف الگ الگ لکھتا ہوں:۔

(۱) حروفِ فاتحہ۔ ا ب ت ح د ذ ر س ص ض ط ع غ ق ک ل م ن و ہ ی = ۲۱

(۲) حروفِ مقطعات۔ ا ۔ ۔ ح ۔ ۔ ر س ص ۔ ط ع ۔ ق ک ل م ۔ ۔ ہ ی = ۱۴

اس فہرست سے یہ معلوم ہو گیا کہ تمام کے تمام حروفِ مقطعات فاتحہ میں موجود ہیں، نیز یہ کہ سات حروفِ تہجی ایسے ہیں جو سورہ فاتحہ میں موجود نہیں ہیں یعنی ث ج خ ز ش ظ ف ۔ اگر خدانخواستہ ان حروف میں سے ایک حرف بھی حروفِ مقطعات میں آجاتا تو میرا سارا دعویٰ باطل اور تہس نہس ہو کر رہ جاتا۔ مگر میرے دعوے کی صحت پر یہ بھی ایک زبردست قرینہ ہے کہ حروفِ مقطعات

میں سے کوئی بھی حرف فاتحہ کے حروف سے باہر نہیں ہے۔ حالانکہ کئی حروف تہجی ایسے ہیں جو فاتحہ میں نہیں پائے جاتے۔

قرینۂ سوم

تیسرا قرینہ ان مقطعات کے فاتحہ کی آیات ہونے کا یہ ہے کہ ہر مفسر کا قاعدہ ہے کہ جب وہ کسی آیت یا شعر یا عبارت کی تفسیر کرتا ہے تو اُس کو متن کے طور پر ضرور پہلے لکھ دیتا ہے۔ پھر اس کے آگے اُس کی تعبیر یا تفسیر مفصل کر کے لکھتا ہے مفسرین والا یہی طریقہ اللہ تعالیٰ نے بھی سورتوں میں اختیار کیا ہے۔ یعنی پہلے بظاہر ایک بے معنی لفظ لکھا ہے، پھر اس کے بعد ایک سُورۃ اُس لفظ کی تفسیر کے طور پر بیان کی ہے۔ پس بظاہر حالات ہر سورۃ جس پر مقطعات آئے ہیں اُس مقطعہ کی تفسیر ہے جو اُس کے سر پر لکھا گیا ہے۔ اور یہی دنیا کے جملہ مصنفوں کا طریقہ ہے۔ خواہ وہ کسی زبان اور کسی مضمون کے ہوں۔ گویا مقطعات وہ ہیڈنگ یا سرخیاں ہیں جن کی تفصیل یا تفسیر اُن سورتوں میں بیان ہوئی ہے اسی عالمگیر مروجہ اصول پر قرآن بھی چلتا ہے۔ لیکن یہ بات کہ یہ سُرخیاں الحمد کے ہی اجزا ہیں اِس طرح ثابت ہے کہ خود قرآن کے فرمودہ، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کے ماتحت سارا قرآن مجید خود سورہ فاتحہ کی تفسیر ہے، اور دوسری طرف بموجب مروجہ طریقہ مفسرین بظاہر یہ بے معنی الفاظ اکثر سورتوں سے پہلے اس طرح لکھے ہیں کہ گویا وہ سُورتیں انہی الفاظ کی تفسیر ہیں۔ پس ایک طرف قرآن فاتحہ کی تفسیر ہے۔ دوسری طرف نظر آتا ہے کہ قرآنی سُورتیں ان مقطعات کی

تفسیر ہیں، لہٰذا نتیجہ یہ نکلا کہ مقطعات ہی فاتحہ ہیں، کیونکہ جب ایک طرف یہ فرمایا گیا ہے کہ قرآن فاتحہ کی تفسیر ہے تو دوسری طرف ہمیں اپنی آنکھوں سے عقلی اور رواجی طور پر نظر آتا ہے کہ قرآنی سورتیں اِن مقطعات ہی کی تفسیر ہیں تو لازماً یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ مقطعات کوئی الگ چیز نہیں بلکہ فاتحہ کو ہی ٹکڑے ٹکڑے کرکے تفسیر کی غرض سے قرآنی سورتوں پر ان مقطعات کی صورت میں پھیلا دیا گیا ہے۔

قرآن فاتحہ کی تفسیر ہے ہماری جماعت کا یہ مشہور عقیدہ ہے کہ قرآن کا متن فاتحہ ہے، اور باقی قرآن اِس فاتحہ کی تفسیر ہے، حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی یہی فرمایا ہے کہ فاتحہ اُمّ الکتاب ہے یا اُمّ القرآن ہے، اور صحابہؓ میں اُمّ القرآن کا لفظ فاتحہ کے لیے بکثرت رائج تھا، اور یہ بات احادیث کی کتابوں سے ثابت ہے۔ پس جب اِس سورۃ کو "قرآن کی ماں" کہا گیا ہے تو اِس کے دوسرے معنے یہ ہوئے کہ یہ قرآن کا متن ہے اور قرآن اِس کی تفسیر ہے۔

علاوہ اِس کے خود قرآن بھی فاتحہ کو متنِ قرآن کہتا ہے، چنانچہ فرماتا ہے ولقد اٰتینٰک سبعاً من المثانی والقراٰن العظیم۔ اِس آیت کی تفسیر جو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی ہے۔ اُس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ "ہم نے تجھے سات آیتیں مکررات والی عنایت کی ہیں اور قرآن مجید عطا فرمایا ہے" بلکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِس آیت کی تفسیر یہ فرمائی ہے کہ "فاتحہ ہی سبعاً من المثانی ہے اور یہی قرآن عظیم

ہے۔" یہ معنی بخاری اور ترمذی دونوں میں بلکہ دیگر احادیث کی کتب میں بھی موجود ہیں، چنانچہ حضورؐ نے فرمایا کہ لَاُعَلِّمَنَّكَ سُوْرَةً هِيَ اَعْظَمُ سُوْرَةٍ فِي الْقُرْاٰنِ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنُ الْعَظِيْمُ الَّذِيْ اُوْتِيْتُهٗ (بخاری پارہ ۱۸ صفحہ ۲۴۴ مترجم وحید الزمان)

اس حدیث کا ترجمہ مولوی وحید الزمان صاحب یوں کرتے ہیں۔ (ابوسعیدؓ نے حضورؐ میں عرض کیا کہ آپؐ نے فرمایا تھا کہ) "میں تجھ کو ایک سورۃ بتلاؤں گا جو قرآن میں سب سورتوں سے بڑھ کر ہے۔ آپؐ نے فرمایا وہ الحمد کی سورۃ ہے اس میں سات آیتیں ہیں جو مکرر پڑھی جاتی ہیں، اور یہی سورۃ وہ بڑا قرآن ہے جو مجھ کو دیا گیا۔"

پس سبع المثانی بھی یہی سورۃ ہے جس میں سات آیات ہیں اور یہی قرآن عظیم بھی ہے۔ قرآن عظیم کا لفظی ترجمہ ہی متن قرآن ہے، کیونکہ متن میں وہ سارا بلکہ اس سے زیادہ مضمون مخفی ہوتا ہے جو کسی تفسیر میں بیان ہو۔ یہاں عظیم کا لفظ بلحاظ آیات کی تعداد کے نہیں بلکہ بلحاظ عظمتِ مضمون کے ہے، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب فاتحہ قرآنِ عظیم ہے تو باقی قرآن جو ہے وہ کتاب مفصل۔ قرآن مبین اور قرآنِ حکیم ہے، جیسا کہ قرآن کا خود دعویٰ ہے۔ یعنی فاتحہ کی تفصیل اور تفسیر کرنے والا اور متن کو بیان کرنے والا اور قرآنِ عظیم یعنی الحمد کی حکمتیں اور معارف بیان کرنے والا، گویا دوسرے الفاظ میں تفسیر فاتحہ ہے۔

پس اس آیت کی رُو سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تفسیر کے مطابق فاتحہ قرآنِ عظیم ہے یعنی متنِ قرآن، جس میں سب مضامین بھرے ہوئے ہیں، اور اس کے اندر قرآن کی ساری عظمتیں مخفی ہیں، اور باقی قرآن

اُس کی تفصیل، اُس کا بیان ہے، اور اُس کی حکمتیں ظاہر کرتا ہے، اِس لیے فاتحہ کو قرآنِ عظیم کہا گیا، اور باقی قرآن کو قرآنِ عظیم نہیں کہا گیا، بلکہ اُس کو کتاب مفصل، قرآنِ مبین اور قرآنِ حکیم کا نام دیا گیا۔ سو ہم نے قرآن سے ہی یہ استنباط کر دیا کہ فاتحہ متن ہے اور قرآن اُس کی تفسیر ہے۔

پس جب ایک طرف مفسر خود کہتا ہے کہ قرآن فاتحہ کی تفسیر ہے، اور دوسری طرف بجائے فاتحہ کے کچھ مقطعات سورتوں کے سر پر بطور متن لکھے ہوئے ہیں تو صاف ظاہر ہو گیا کہ یہ مقطعات دراصل فاتحہ ہی کے اجزاء ہو سکتے ہیں جن کی تفسیر ان سورتوں میں مذکور ہے، کوئی علیحدہ اور نئی چیز نہیں ہیں۔

قرینۂ چہارم

چوتھا قرینہ یہ ہے کہ اگر تمام مقطعات کو ایک سطر میں خوشخط اور صاف صاف لکھا جائے تو اگرچہ یہ الفاظ بظاہر بے معنی ہیں اور ہر مقطعہ کا سورۂ فاتحہ کا جزو ہونا غور اور فکر کے بعد واضح ہوتا ہے مگر خدا تعالیٰ نے ظاہری نظر سے بھی کچھ تھوڑی سی پہچان یہاں ایسی رکھ دی ہے کہ معمولی سمجھ کا انسان بھی بعض مقطعہ کو دیکھتے ہی بول پڑے گا کہ یہ تو فاتحہ کی فلاں آیت کا اختصار معلوم ہوتا ہے اس کے سوا اور طرف اُس کا ذہن نہیں جائے گا۔ مثلاً الٓمٓ۔ کٓھٰیٰعٓصٓ۔ قٓ۔ صٓ۔ الٓر وغیرہ کو دیکھ کر ناواقف آدمی کہدے گا کہ ”مجھے معلوم نہیں ان کا کیا مطلب ہے“؟ مگر طٰسٓمٓ کی بابت اگر اُس سے پوچھا جائے تو کہ ”بھلا یہ کس قرآنی آیت کا اختصار ہو سکتا ہے“؟ تو وہ فوراً کہدے گا کہ ”یہ مقطعہ تو صِرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ سے بہت ملتا جلتا ہے“ پس جہاں

خدا تعالیٰ نے بارہ[12] مقطعات پردہ کے پیچھے اوجھل کر دیے ہیں، تاکہ انسان کی معمولی نظر اُن کی کنہ کو جلدی معلوم نہ کر سکے۔ وہاں ایک مقطعہ کو بطور نمونہ نہایت واضح طور پر ایسا بنا دیا ہے کہ اُس کی بناوٹ دیکھ کر ہی انسان فوراً بول اُٹھے کہ "ہو نہ ہو یہ تو صراط المستقیم کا مخفف شدہ مقطعہ ہے"۔

پس یہاں سے بھی یہ نتیجہ نکلا کہ جب ایک مقطعہ الحمد کے ایک حصہ کا اختصار معلوم ہوتا ہے تو دوسرے مقطعات بھی غالباً فاتحہ ہی کے ٹکڑے ہوں گے صرف غور کرنے اور سوچنے کی ضرورت ہے، مشتے نمونہ از خروارے۔

قرینہ پنجم

پانچواں قرینہ جو سب سے زبردست ہے، وہ یہ ہے کہ فاتحہ کو خود اللہ تعالیٰ نے سَبۡعًا مِّنَ الۡمَثَانِیۡ فرمایا ہے، یعنی وہ سات آیتیں جو مثانی ہیں۔ مثانی کے معنی لوگوں نے عجیب عجیب کیے ہیں۔ یعنی "سورہ فاتحہ بار بار پڑھی جاتی ہے اِس لیے مثانی ہے"۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا قرآن مجید کی اَور آیات اور درود اور تسبیح اور دُعائیں، یہ سب بار بار نہیں پڑھی جاتیں؟ پس یہ کوئی مابہ الامتیاز نہیں۔

دوسرے معنی یہ کیے ہیں کہ "یہ سورۃ ایک دفعہ مکّہ میں نازل ہوئی، اور دوسری مرتبہ مدینہ میں"۔ یہ توجیہ بھی قابلِ اعتنا نہیں، ممکن ہے یہ دُرست ہو مگر دو دفعہ صرف فاتحہ کی آیات ہی نازل نہیں ہوئیں، بلکہ قرآن میں بہت سی آیات ہیں جو دو دو، تین تین، سات سات، دس دس دفعہ نازل ہوئی ہیں، اور آیت فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ تو اکتیس[31] دفعہ نازل

ہوئی ہے۔

سو یہ کوئی خصوصیت فاتحہ ہی کی نہیں بلکہ اور بہت سی آیات کی بھی ہے پس صرف دُہرایا جانا یا ایک دفعہ سے زیادہ نازل ہونا کوئی خاص خصوصیت فاتحہ کی نہیں ہے۔

اب ہم لُغت کی طرف رُجوع کرتے ہیں، جس کی طرف عربی داں خود رجوع کریں، مجھے تو یہ معلوم ہوا ہے کہ مثانی۔ مثنیٰ کی جمع ہے (تسہیل العربیہ) یعنی اس کی سب آیتیں دُو دُو مرتبہ نازل ہوئی ہیں، اور مفردات راغب میں بھی اس کے معنی "مکرر" کے لکھے ہیں۔ اور مثانی اُن چیزوں کو کہتے ہیں جو مابعد الاوّل ہوں، یعنی ایک دفعہ کے بعد مکرر آئیں، اور بخاری کی کتاب التفسیر میں بھی یہی ذکر ہے کہ فاتحہ قرآن میں دوبار نازل ہوئی ہے، اور مثانی کا ترجمہ وہاں مولوی وحید الزماں نے بھی یہی کیا ہے کہ "جو دوبارہ پڑھی جاتی ہے" پس خلاصہ کلام یہ ہوا کہ سورہ فاتحہ سات آیتوں والی وہ سورۃ ہے جو ساری کی ساری مکرر یعنی دو دفعہ نازل ہوئی ہے۔

دوسری طرف جب ہم قرآن کا رویّہ دیکھتے ہیں تو وہ یہ ہے کہ جو آیت بھی اُس میں دوسری، تیسری یا زیادہ دفعہ نازل ہوئی ہے وہ تحریر میں آگئی ہے اور قرآن میں موجود ہے، یہ نہیں ہے کہ ایک آیت جب دوسری دفعہ نازل ہو تو اُسے تحریر میں نہ لایا جائے، بلکہ جتنی دفعہ وہ نازل ہوئی ہے اتنی ہی دفعہ وہ تحریراً قرآن میں موجود ہے، پس ضروری ہے کہ جب فاتحہ بھی مکرر نازل ہوئی ہے تو قرآن میں کسی دوسری جگہ موجود ہو، ورنہ مثانی ہونے کا دعویٰ غلط ثابت ہوتا ہے

اب ہمیں سوائے اس کے چارہ نہ رہا کہ جب ایک فاتحہ موجود ہے تو دوسری فاتحہ کو تلاش کریں، مگر تلاش کرنے پر وہ ہمیں کہیں نہیں ملتی، اب آئیے میں آپ کو بتاؤں کہ وہ کہاں ہے؟

سو وہ دوسری فاتحہ یہی تو ہے جو مقطعات کی صورت میں نازل ہو کر سارے قرآن میں پھیلی پڑی ہے۔ اور باوجود مثانی یعنی مکرر تحریر ہو جانے کے بھی اب تک لوگوں کو نظر نہیں آئی۔

پس آپ یا تو اس دلیل کو مانیئے، اور اپنی آنکھیں اس فاتحہ "مکرر" سے روشن کیجئے، ورنہ آپ ایک عظیم الشان قرآنی صداقت سے بہرہ اندوز نہیں ہو سکیں گے، اور اگر یہ دوسری فاتحہ نہیں ہے تو پھر آپ فرمائیے کہ وہ مکرر فاتحہ کہاں مخفی ہے؟

ایک اعتراض کا جواب

اِن قرائن کے بعد اب میں ایک ضروری اعتراض کا جواب لکھتا ہوں جو اس ضمن میں پیدا ہو سکتا ہے، وہ اعتراض یہ ہے کہ جب سارا قرآن فاتحہ ہی کی تفسیر ہے تو پھر بہت سی سورتوں پر مقطعات کیوں نہیں ہیں؟ مثلاً سورہ ق کے بعد آخر قرآن تک کوئی مقطعات نہیں ہیں اور درمیان میں نساء۔ مائدہ۔ انعام۔ انفال۔ نحل۔ بنی اسرائیل۔ کہف انبیاء۔ حج۔ مومنون۔ نور۔ فرقان۔ احزاب۔ سبا فاطر۔ صافات۔ زمر۔ محمد۔ فتح۔ حجرات جیسی بڑی سورتیں باوجود اس کے کہ وہ فاتحہ ہی کی تفسیر ہیں، کیوں مقطعات سے

خالی ہیں ؟

اس کے جواب میں اگر یہ کہا جائے کہ جب ایک مقطعہ مثلاً الم کی ایک سورۃ قرآن میں آگئی، تو اس کے بعد جتنی سورتیں بغیر مقطعات کے ہوں گی وہ سب اسی مقطعہ الم کے تحت میں ہوں گی، مثلاً سورہ آلِ عمران جس پر الم ہے، اس کے بعد نساء۔ مائدہ اور انعام بغیر مقطعات کے ہیں، اس لیے یہ سمجھنا چاہیئے کہ ان کا مقطعہ بھی الم ہی ہے، اور جب تک نیا مقطعہ آئندہ سورۃ پر ظاہر نہ ہو وہی مقطعہ چلتا رہے گا۔

یہ توجیہ ایک عمدہ توجیہ ہے بشرطیکہ اس پر سے ایک اعتراض ہٹا دیا جائے، اور وہ اعتراض یہ ہے کہ "اس اصول کے ماتحت پھر خود آلِ عمران پر بھی الم نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ وہی سورہ بقرہ والا الم کافی تھا۔ آلِ عمران پر دوبارہ الم لانے کی کیا ضرورت تھی ؟ اور پے در پے سات سورتوں میں حٰم لانے کی کیا حاجت تھی ؟ صرف پہلا حٰم کافی تھا۔"

دوسرا ایک یہ بھی اعتراض ہے کہ مثلاً ق قرآن مجید کا آخری مقطعہ ہے یا بقول بعض لوگوں کے ن آخری مقطعہ ہے جس کے بعد سورہ والناس تک کوئی مقطعہ نہیں ہے، اب سوال یہ ہے کہ سورہ ق یا سورہ ن سے آخر قرآن تک یہی ق یا ن کا مقطعہ ان باقی سب سورتوں کا بھی مقطعہ ہے ؟ لیکن قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ق یا ن کے معنی باقی کی ہر سورۃ پر حاوی نہیں ہوتے۔ یعنی یہ دعویٰ ثابت نہیں ہوتا کہ

قرآن کے بعد کی تمام کی تمام سورتیں ساری ہی ہم مطلب ہیں، بلکہ مضامین میں اس قدر اختلاف ہے کہ سوائے ایک خاص مقطعہ کے ان کے مضامین نہ ق کے ماتحت آتے ہیں نہ ن کے۔

اب اعتراض مندرجہ صدر کا جواب میں اپنے علم کے مطابق دیتا ہوں، جس سے اوپر کی دونوں توجیہات کے بدلے میں ایک نئی توجیہ پیش کروں گا جو اگر قابلِ قبول ہو تو اسے بھی ذہن میں مستحضر رکھا کریں

اعتراض یہ تھا کہ جن سورتوں پر مقطعات نہیں ہیں کیا وہ الحمد کی تفسیر سے باہر ہیں؟ اور اگر باہر نہیں ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ان پر مقطعات نہیں آئے

اب سنئے اس کی توجیہ! میرے نزدیک کوئی سورۃ بھی فاتحہ کے کسی مقطعہ سے باہر نہیں ہے، مگر یہ نہیں کہ پچھلی سورۃ کا مقطعہ خالی سورتوں پر چلتا ہو، بلکہ ہر ایک سورۃ خود اپنا مقطعہ رکھتی ہے، کیا کبھی آپ نے الم الرا۔ حم وغیرہ سے ذرا اوپر بھی نظر اٹھا کر دیکھا کہ ہر سورۃ پر فاتحہ کی ایک پوری آیت لکھی ہوتی ہے، اور وہ ہے:۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اب فرمائیے کیا کوئی سورۃ بھی قرآن مجید کی بغیر بسم اللہ کے ہے؟ اور کیا بسم اللہ فاتحہ کی پہلی آیت اور ساری فاتحہ کا مجمل خلاصہ ہے یا نہیں؟ کیا رحم اللہ تعالیٰ کی وہ امّ الصفات نہیں ہے جس پر تمام عالمین، برزخ، حشر، جنت، دوزخ سب امور کا دارومدار ہے، پس بسم اللہ کو ہر سورۃ کے اوپر رکھنے کا مطلب یہ ہوا کہ کوئی بھی سورۃ قرآن کی ایسی نہیں ہے جس میں فاتحہ کی تفسیر مجملاً نہ ہو۔

خواہ چھوٹی ہو یا بڑی، لیکن بہت سی سورتیں ایسی بھی ہیں جن میں مجمل تفسیر فاتحہ یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تفسیر کے علاوہ باقی اور آیات کی تفسیر بھی خاص طور پر مندرج ہے، اور وہاں علاوہ بسم اللہ کے دوسرے مقطعات بھی حسب مطالب لکھے گئے ہیں۔ پس سورۃ تو کوئی ایسی نہیں ہے جس میں فاتحہ کی تفسیر نہ ہو۔ کیونکہ کوئی سورۃ بسم اللہ سے خالی نہیں، جو فاتحہ ہی کی پہلی آیت بلکہ فاتحہ کا خلاصہ اور مغز ہے، ہاں علاوہ بسم اللہ کے مخصوص طور پر بعض سورتوں پر دوسرے مقطعات لگا کر اُن میں کہیں صراط المستقیم کی تفسیر خصوصی طور سے کی گئی ہے اور کہیں انعمت علیھم، اور مغضوب علیھم اور ضالین کی اور کہیں یوم الدین کی اور کہیں ربّ۔ رحمان۔ رحیم۔ مٰلک یوم الدین اسماء و صفاتِ الٰہی کی، اور کہیں ایاک نعبد کی اور کہیں ایاک نستعین کی۔ پس اس جواب سے یہ اعتراض بالکل باطل ہو گیا کہ بغیر مقطعات والی سورتوں کا کیا حال ہے؟ اور اِس اعتراض کا بھی کہ کیا فاتحہ سے باہر بھی کوئی حصہ قرآن کا ہے؟ اور اس اعتراض کا بھی کہ پچھلی سورتوں کا مقطعہ کھینچ تان کر اگلی سورتوں پر کیوں لگایا جائے؟ پس یاد رکھو کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ صرف نئی سورۃ کے آغاز کا نشان ہے، بلکہ اُس کی تفسیر (گویا فاتحہ ہی کی ہی تفسیر) ہر سورۃ میں موجود ہے، یا دوسرے الفاظ میں یوں کہو کہ بسم اللہ کی آیت اُم المقطعات ہے، گویا جن سورتوں پر مقطعات نہیں ہیں بلکہ صرف بسم اللہ ہے۔ ان سورتوں میں فاتحہ کی مجمل تفسیر تو ہے گو مخصوص آیات کی نہیں

خلاصہ یہ کہ سارے قرآن کا مقطوہ سورہ فاتحہ ہے اور سورہ فاتحہ کا مقطوہ وہ بسم اللہ ہے جو سورہ فاتحہ کے سر پر ہے۔

دُوسرا اعتراض مثانی کے متعلق

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ آپ نے جو معنی مثانی کے کر کے فاتحہ سے اس کو مخصوص کر دیا ہے تو شاید آپ نے غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ایک اور جگہ یہ آیت نازل کی ہے "اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ" اب اگر مثانی کے معنی مکرر نازل ہونے والی کے ہیں، تو یہاں تو یہ مثانی کا لفظ قرآن مجید کے لیے بھی استعمال ہوا ہے، کیا یہاں بھی آپ وہی معنی اور مطلب لیں گے؟

۱۔ **جواب اوّل۔** میں خود تو اس آیت کو بھی فاتحہ پر ہی لگاتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "میں نے ایک سورۃ احسن الحدیث نازل کی ہے اور وہ سورۃ مثانی ہے"۔

یہاں احسن الحدیث کے معنی سورہ فاتحہ ہی کے ہیں، کیونکہ تمام قرآن میں احسن الحدیث یعنی سب سے اعلیٰ اور احسن سورۃ فاتحہ ہی ہے اور احسن الحدیث کے دوسرے لفظی معنی قرآن العظیم ہی کے ہیں۔ عظیم بمعنی احسن اور حدیث بمعنی قرآن۔ گویا ایک جگہ فاتحہ کو "قرآن عظیم" یعنی عظیم الشان پڑھنے کے لائق کلام کہا گیا ہے، تو دوسری جگہ اسی فاتحہ کو "بہترین کلام" فرمایا گیا ہے۔

دوسرا قرینہ یہ ہے کہ یہاں فاتحہ کو کتاباً متشابہاً بھی کہا گیا ہے اور بسبب عجیب در عجیب اور کثرت و وسعتِ معانی کے جس قدر فاتحہ کی آیات متشابہ ہیں ویسی قرآن مجید کی اور کوئی آیات متشابہ نہیں ہیں۔

۲۔ **جواب دوم** یہ ہے کہ اگر قرآنِ مفصّل پر ہی ان آیات کا اطلاق مان لیا جائے تو بھی یہاں مثانی کے یہ معنی نہیں کہ قرآن مجید کی ہر آیت دوبارہ نازل ہوئی ہے، یا ہر آیت قرآن کی متشابہ ہی ہے، بلکہ یہ کہ اس میں سینکڑوں ایسی آیات ہیں جو مکرر نازل ہوئی ہیں، اور ہزاروں ایسی آیات ہیں جو متشابہ بھی ہیں۔ اگرچہ بموجب آیت مِنْهُ آيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ کے اس میں محکم آیتیں بھی موجود ہیں پس یہ آیت مثانی والی سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي کے مخالف معنی نہیں دیتی۔ فرق صرف اتنا ہے کہ یہاں محض مکررات کا ذکر ہے جو قرآن مجید میں بکثرت ہیں، اور وہاں سات مکررات کا ذکر ہے یعنی سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِي کا، دوسرے لفظوں میں الحمد کی ساتوں آیات کو مکررات کہا ہے۔ مگر قرآنِ مفصّل کی مکررات کی تعیین نہیں کی، بلکہ صرف یہ کہہ دیا ہے کہ اس کی بہت سی آیات مکررات میں سے ہیں، اور بہت سی متشابہ ہیں۔

خلاصہ کلام

یہاں تک مقطعات کا اصولی بیان تھا۔ یعنی یہ کہ :۔

(۱) وہ فاتحہ کی آیات یا الفاظ کے اختصارات ہیں

(۲) جس سورۃ پر جو حروف ہیں ان کے مطابق اس سورۃ میں فاتحہ کی تفسیر ہے

(۳) جن سورتوں پر مقطعات نہیں ہیں یا جن پر ہیں اُن میں بھی ایک مجمل تفسیر فاتحہ کی ہوتی ہے، وہ اس لیے کہ ہر سورۃ کے سر پر فاتحہ کا خلاصہ اور اسی کی آیت بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ موجود ہوتی ہے، پس کوئی سورۃ اس وجہ سے فاتحہ کے اثر اور تفسیر سے خالی نہیں ہے۔

(۴) تمام قرآن مجید فاتحہ کی ہی تفسیر ہے۔

(۵) قرآن عظیم فاتحہ ہی ہے۔

(۶) فاتحہ کے سوا دوسرا قرآن تو قرآن مبین (مفسّر)۔ قرآن حکیم (اُم الکتاب کی حکمتیں کھولنے والا)۔ کتاب مفصّل (تفسیر کرنے والی کتاب) ہے۔

(۷) مکرر نزول فاتحہ کا مقطعات کی صورت میں ہوا ہے، اسی وجہ سے اس کا نام سَبۡعًا مِّنَ الۡمَثَانِی ہے کہ ساتوں آیتیں مکرر نازل ہو کر صورتِ تحریر میں قرآن کے اندر موجود ہیں

(۸) تمام حروفِ مقطعات سُورۂ فاتحہ میں موجود ہیں، اور کوئی ایسا نہیں جو فاتحہ میں داخل نہ ہو۔

(۹) مقطعات میں سے بعض ایسے ہیں جو نمایاں طور پر فاتحہ کے ٹکڑے نظر آتے ہیں۔ مثلاً عٓسٓقٓ یا طٰسٓمٓ جو مخفف ہیں:-

(۱) اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ۔ اھدنا الصراط المستقیم

اور (۲) اِھۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ

دو آیات کے، یہ تو موٹی تطرے دکھائی دیتے ہیں۔ باقی اسی طرح باریک نظر سے اور مقطعات کو اُن سورتوں کے مضمونوں کے ساتھ تطابق دینے

کے بعد سمجھ میں آتے ہیں، یعنی یہ دو مثالیں تو واضح ہیں، باقی ایسی واضح نہیں، تا کہ سوچنے والوں اور محنت کرنے والوں کے لیے راستہ کھلا رہے

مقطعات میں حروفِ مقطعات کی ترتیب

حروفِ مقطعات کے لیے ضروری نہیں کہ وہ ہمیشہ اُسی ترتیب سے آئیں جس ترتیب سے وہ اُس آیت میں واقع ہوئے ہیں جن کا وہ مقطعہ ہیں۔ مثلاً میں پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ الم سے مراد انعمت علیھم اور ضالین اور مغضوب علیہ لوگ ہیں۔ یعنی ا سے مراد انعمت علیھم اور ل سے مراد ضالین اور م سے مراد مغضوب علیھم ہے لیکن سورہ فاتحہ میں مغضوب علیھم کا ذکر پہلے ہے اور ضالین کا آخر میں۔ پس بظاہر مقطعہ کی شکل المّل ہونی چاہیے تھی۔ مگر چونکہ اس میں ترتیل اور روانی نہیں رہتی، اور چونکہ ہر حرف کسی لفظ یا آیت کا اختصار ہے دوسرے حرف کا پابند نہیں ہے اس لیے برعایت روانیٔ تلاوت و ترتیل وہ آگے پیچھے ہو سکتا ہے۔ مثلاً کھیٰعص مفصلہ ذیل تین آیات کا اختصار ہے:-

(۱) اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ

(۲) اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ

(۳) صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ

اصلی ترتیب کے لحاظ سے اسے کعھیص ہونا چاہیے تھا، لیکن چونکہ تلاوت کی روانی اور ترتیل میں حرف ع پر سخت ناگوار ٹھوکر لگتی تھی اس لیے

ترتیب حروف بدل دی، پس یہ ضروری نہیں کہ یہ حروف آیات ہی کی ترتیب کے موافق ہوں، بلکہ وہ ترتیل اور قرأت کی سہولت کے مطابق ہوں گے، اسی طرح طٰہٰ جو اھدنا الصراط المستقیم کا مخفف ہے بجائے ھط کے طٰہٰ پڑھا جائے گا، کیونکہ یہ معاملہ خوش آوازی اور ترتیل کے ساتھ پڑھنے سے متعلق ہے۔

ایک مقطعہ کئی معنوں اور کئی مقاموں کیلئے آسکتا ہے

دوسری بات مقطعات میں یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ ایک مقطعہ یا ایک حرفِ مقطعہ ہمیشہ ایک ہی آیت یا ایک ہی لفظ کے لیے مخصوص کردیا جائے گویا وہ ایک معرفہ کی طرح ہو جائے، بلکہ جس طرح ریلوے میں (N. W. R.) این۔ ڈبلیو۔ آر سے مراد "نارتھ ویسٹرن ریلوے" تو ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ جہاں ریل کے کسی ڈبے پر این (N) کا حرف دیکھا جائے وہاں ہمیشہ اس کے معنی "نارتھ" ہی کے لیے جائیں۔ ایک ہی مال گاڑی کے ایک ڈبے پر "این۔ ڈبلیو۔ آر" میں این (N) کے معنی "نارتھ" کے ہوں گے مگر اسی مال گاڑی میں جس ڈبے پر این۔ جی۔ ایس۔ آر (N. G. S. R.) لکھا ہو گا اُسے ہم "نظام گارنٹیڈ سٹیٹ ریلوے" پڑھیں گے، یہ نہیں کہ وہاں بھی این (N)، کو "نارتھ" کا مخفف سمجھیں۔

یہ نکتہ علاوہ دُنیا کے رواج کے ہیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات سے بھی سمجھا ہے، حضورؑ کو اپریل ۱۹۰۵ء میں الہام ہوا کہ "حٰمٓ۔ تِلْكَ اٰيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِيْنِ" یہ الہام میاں منظور محمد صاحب

کی بیوی کے متعلق تھا جو مرض سل سے بیمار تھی، اِس پر حضورؑ نے فرمایا کہ "حٰمٓ میں بیمار کا نام بطور اختصار ہے" (یعنی محمدی بیگم)۔ مگر ایک سال پہلے یعنی اپریل ۱۹۰۶ء میں حضورؑ کو یہی الہام ہوا کہ "حٰمٓ۔ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِيْن" تو فرمایا کہ "حٰمٓ مقطعات میں کسی کا نام ہے" آگے سارے باقی متعلقہ الہامات پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر یہ سب سلسلہ الہامات غیر مبائعین کے لیے ہے۔ پس حٰمٓ جو یہاں کسی کا نام ہے وہ "محمود" ہی ہو سکتا ہے اور کوئی نہیں۔

پس یہ معاملہ صاف ہو گیا کہ جبکہ کبھی "محمدی بیگم" کے لیے حٰمٓ آسکتا ہے اور کبھی "محمود" کے لیے، تو ایک ہی مقطعہ بوقتِ ضرورت مختلف اشخاص یا آیات کے لیے بولا جا سکتا ہے، جہاں وہ حروف پائے جاتے ہوں۔

نیز ان الہامات سے یہ بھی استنباط ہوتا ہے کہ حٰمٓ کا مقطعہ اسمار کے لیے استعمال ہونا چاہیئے۔ چنانچہ میری تحقیق میں وہ الحمد کے سب اسمارالٰہی کا ہی نمائندہ ہے۔ یعنی فاتحہ کی آیات نمبر ۲-۳-۴ کا۔

اسی طرح یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جس طرح ایک ہی مقطعہ دو مختلف معنی دے سکتا ہے، اُسی طرح ایک آیت یا ایک لفظ کے لیے موقع اور محل کے لحاظ سے الگ الگ کئی مقطعات بن سکتے ہیں، مثلاً س اور ق دونوں مُسْتَقِيْم کے لیے استعمال ہو سکتے ہیں۔ ص اور ط دونوں صِرَاط کے لیے مخفف کیے جا سکتے ہیں۔ حٰمٓ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم کی جگہ بھی آسکتا ہے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن کی جگہ بھی

اور الحمد للّٰہ رب العالمین ٥ الرحمٰن الرحیم ٥ مالک یوم الدین کے مجموعہ کے لیے بھی۔

پس جس سورۃ پر یہ مقطعہ ہوگا ہم اُس کے مضامین کو دیکھ کر فتویٰ دیں گے کہ اِس سورۃ کے مضامین کے لحاظ سے یہ مقطعہ فاتحہ کی کس آیت یا کن آیات کے مجموعہ کا اختصار ہے۔

ہاں یہ ضروری ہے کہ مقطعہ کے حروف اُن آیات میں موجود ہوں۔ نہ صرف موجود ہوں بلکہ ضروری حصہ اُن کا موجود ہو مثلاً لفظ صراط کے حروفِ مقطعات یا ص یا ط ہو سکتے ہیں مگر ر اور ا نہیں ہو سکتے کیونکہ اختصار کے وقت ہمیشہ نمایاں حروف کو سامنے لایا جاتا ہے۔

ایک آیت کے لیے کئی مقطعات ہو سکتے ہیں، یہ بات عام ہے اور معیوب نہیں، مگر ایک مقطعہ کے معنی اکثر جگہ یا ہمیشہ الگ الگ ہوں یہ بات نہایت شاذ ہے، کیونکہ ایسا ہو تو امن نہیں رہتا، پس یہ بات گو شاذ ہے مگر ممکن ہے۔

"ن" حروفِ مقطعات میں نہیں ہے

میرے نزدیک سورۂ قلم میں جو نٓ ہے وہ مقطعات میں نہیں ہے اور اس کے چند دلائل ہیں:۔

۱۔ پہلی دلیل یہ ہے کہ نُون ایک بامعنی لفظ ہے جس کے معنی "دوات" کے تمام عربی ڈکشنریوں میں لکھے ہوئے ہیں، اور مقطعات کے بذاتِ خود کوئی معنی کسی جگہ نہیں ہوتے۔

۲- دوسری دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہر مقطعہ کے بعد یا تو آیت کا نشان ہے یا وقف کا، مگر ںٓ کے بعد نہ آیت ہے نہ وقف، پس وہ مقطعہ نہ ہوا، یعنی کٹا ہوا ٹکڑہ جو اگلی آیت سے علیحدہ ہو، بلکہ وہ ایک صاف اور رواں عبارت ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ :-

"دوات اور قلم اور جو کچھ اُن سے لکھا جاتا ہے (اُن کے مطالعہ کا نتیجہ تو یہی ہوگا) کہ تُو اے محمد! اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہے"
(ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ)

پس جو لفظ ایک مسلسل آیت کا بامعنی حصہ ہے وہ مقطعہ نہ ہوا۔

۳- تیسری دلیل یہ ہے کہ حرف ںٓ فاتحہ میں کوئی خاص حیثیت نہیں رکھتا، اور نہ کسی خاص لفظ یا آیت کا نمائندہ کہلا سکتا ہے، زیادہ سے زیادہ آپ اُسے ضالین کا نمائندہ بنا سکتے ہیں، مگر یہ غلط ہوگا۔ کیونکہ ضالین کا نمائندہ یا ض ہو سکتا ہے یا ل۔ ںٓ تو فقط جمع کی علامت ہے ضال کی اصلیت اُس میں نہیں پائی جاتی۔

مقطعات کے بعد رموز

قرآن مجید میں تیرہ

قرآن مجید میں تیرہ [۱۳] مقطعات ہیں جو اٹھائیس جگہ وارد ہوئے ہیں، وہ تیرہ حسب ذیل ہیں :-

الٓمٓ - الٓمٓصٓ - الٓرٰ - الٓمٓرٰ - کٓھٰیٰعٓصٓ - طٰہٰ - طٰسٓمٓ - طٰسٓ
یٰسٓ - صٓ - حٰمٓ - حٰمٓ عٓسٓقٓ - قٓ ان میں سے :-

۱- الم ٥
۲- المص ٥
۳- کھیعص ٥
۴- طٰہٰ ٥
۵- طسم ٥
۶- یٰس ٥
۷- حم ٥
۸- حم ٥ عسق ٥

ان آٹھ مقطعات کے بعد آیت کا نشان ہے

۱- الر قف
۲- المر قف
۳- طس قف
۴- ص قف
۵- ق قف

ان مقطعات کے بعد آیت کا نشان نہیں ہے بلکہ صرف وقف کا نشان ہے آیت آگے جا کر ختم ہوتی ہے۔

اس سے میں یہ استنباط کرتا ہوں کہ جن مقطعات کے بعد آیت کے نشان ہیں وہ خود پوری ایک آیت یا کئی آیات کے نمائندے ہیں، ورنہ اُن کے آگے آیت کا نشان چہ معنی دارد۔ لیکن جن مقطعات کے بعد صرف وقف کی علامت ہے اور آیت نہیں ہے وہ پوری آیت یا زیادہ کے نمائندے نہیں ہیں بلکہ کسی خاص لفظ یا بعض الفاظ کے نمائندہ ہیں مثلاً :-

۱- الم ٥ ذٰلك الكتٰب لا ريب فيه ٥
۲- حم ٥ تلك ايٰت الكتٰب المبين ٥
۳- طٰہٰ ٥ ما انزلنا عليك القرٰان لتشقٰى ٥

وغیرہ میں طٰہٰ اور حم اور الم پوری آیت ہے، کیونکہ اس کے بعد آیت کا نشان ہے، مثلاً ممکن ہے کہ طٰہٰ اختصار ہو اھدنا الصراط المستقیم کا

جو ایک پوری آیت ہے

یا الم اختصار ہو الحمد کی آخری آیت کا۔ جیسے کہ پہلے اشارہ ہو چکا ہے۔

یا حم اشارہ ہو الحمد للہ رب العالمین ہ الرحمٰن الرحیم ہ ملک یوم الدین ہ تین آیات کا جو مجموعہ ہیں اسم اعظم اور امّ الصفاتِ الٰہیۃ کا۔ لیکن ہیں یہ سب پوری آیتوں کے نمائندے۔

برخلاف اس کے جن مقطعات کے آگے صرف وقف کا نشان ہے اور آیت کا نشان نہیں ہے، مثلاً :-

۱- ص قف والقران ذی الذکر ہ

۲- الرٰ قف تلک اٰیات الکتاب المبین ہ

۳- ق قف والقران المجید ہ

تو ظاہر ہے کہ یہاں ص یا ق یا الرٰ۔ فاتحہ کی کسی پوری آیت کے نمائندہ نہیں ہیں، بلکہ صرف کسی لفظِ خاص کے یا بعض الفاظ کے نمائندہ ہیں کیونکہ الرٰ اور تلک آیات الکتاب المبین مل کر قرآن مجید کی صرف ایک آیت محسوب ہوتی ہے۔

پس یہ مقطعات خود پوری آیت نہیں ہیں بلکہ بعض بعض خاص الفاظ کے نمائندے ہیں۔ مثلاً غالباً ص سے مراد صرف صراط ہے اور ق سے مراد صرف مستقیم ہے اور الرٰ سے مراد غالباً صرف اللہ اور رب ہے۔ یا ممکن ہے کہ کوئی اور لفظ بھی ہوں، مگر یہ پانچ مقطعات

خود پوری آیت نہیں ہیں، اور ن تو جیسا میں نے پہلے بیان کیا نہ آیت کا نشان رکھتا ہے نہ وقف۔ اور اپنی آیت میں بسبب اپنے معانی کے ایک مسلسل بامعنی فقرہ بنا دیتا ہے۔ اس لیے میرے نزدیک وہ حروفِ مقطعات میں سے نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

نوٹ۔ الٓمّٓر کو جو میں نے الٓمّٓ کی فوج کی بجائے الٓر کی فوج میں رکھا ہے اُس کی ایک بڑی وجہ یہی ہے کہ اس کے بعد وقف کا نشان ہے نہ کہ آیت کا۔ برخلاف اس کے الٓمّٓصٓ کے بعد آیت کا نشان ہے، پس وہ الٓمّٓ کی فوج میں داخل ہے۔

سورہ فاتحہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ۝ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ۝ اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ۝ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ

یہ نمبر لگائی ہوئی سات آیات فاتحہ کی ہیں۔ میں آئندہ اکثر جگہ اختصار کے طور پر صرف آیت کے نمبر پر اکتفا کروں گا، مگر اس سے پہلے ایک دو باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے :-

(۱) چونکہ ہر سورۃ پر بلا استثنار بسم اللہ الرحمٰن الرحیم خود موجود ہے۔ اور ہر سورۃ میں صفتِ رحم کے ماتحت (جو امّ الصفات ہے) کچھ مضمون ضرور درج ہے، اس لیے اس آیت کو کسی مقطعہ یا حرفِ مقطعہ

کی ضرورت نہیں، کیونکہ پوری بسم اللہ لکھ کر پھر اُس کا مقطعہ لکھنا تحصیل حاصل ہے۔

[یاد رہے کہ قرآن مجید میں ایک سورۃ بنام "سورۂ توبہ" بغیر بسم اللہ کے بھی پائی جاتی ہے، مگر اکثر لوگ واقف ہیں کہ وہ الگ سورۃ نہیں ہے بلکہ سورۂ انفال کا ہی حصہ ہے]

(۲) دوسری وجہ بسم اللہ کا مقطعہ نہ ہونے کی یہ بھی ہے کہ خود فاتحہ میں دوسری جگہ ایک آیت الرحمٰن الرحیم موجود ہے، اور مقطعہ حم میں الحمد سے لے کر ملک یوم الدین تک تمام اسمائے الٰہی داخل ہیں۔ پس بسم اللہ کے الگ مقطعہ کی یا اُس کے لیے خاص حروفِ مقطعات کی کوئی ضرورت نہیں۔

حروفِ مقطعات فاتحہ کی آیتوں میں

اب ہم فرداً فرداً ہر حرف کو لیتے ہیں کہ وہ فاتحہ کی کس کس آیت میں آیا ہے، سو پہلے ایک لائن میں ہم ان حروف کو لکھیں گے، پھر ہر حرف کے نیچے فاتحہ کی آیت کا نمبر دیں گے، اِس گنتی میں پہلی آیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم چھوڑ دی گئی ہے جسکی وجہ بیان ہو چکی ہے

حروفِ مقطعات	ا	ح	ر	س	ص	ط	ع	ق	ک	ل	م	ہ	ی
نمبر آیت فاتحہ	۲	۲	۲	.	.	.	.	.	.	۲	۲	.	۱
〃	۳	۳	۳	.	.	.	.	.	.	.	۳	.	۳
〃	۴	.	.	.	.	.	.	.	۴	۴	۴	.	۴
〃	۵	.	.	۵	.	.	۵	.	۵	.	.	.	۵
〃	۶	.	۶	۶	۶	۶	.	۶	.	۶	۶	۶	۶
〃	۷	.	۷	.	۷	۷	۷	.	،	۷	۷	۷	۷

حروفِ مقطعات فاتحہ کے الفاظ میں

(ان الفاظ کی مدد سے آپ مقطعات کے متعلق خود سوچکر کوئی نتیجہ نکال سکیں گے)

ا - اللہ - الحمد - الرحمٰن - الرحیم - ایاک - اھدنا - انعمت علیھم

ل - اللہ - مالک - ضالین

م - مالک - یوم الدین - مستقیم - انعمت علیھم - مغضوب علیھم

ص - صراط المستقیم - صراط الذین الآیہ

ر - رحمٰن - رحیم - ربّ - غیر المغضوب علیھم

ک - مالک - ایاک نعبد - ایاک نستعین

ہ - اھدنا - انعمت علیھم - مغضوب علیھم

ی - یوم الدین - ایاک نعبد - ایاک نستعین - ضالین

ع - عالمین - ایاک نعبد - ایاک نستعین - انعمت علیھم مغضوب علیھم

ط - صراط المستقیم - صراط الذین ......

س - ایاک نستعین - المستقیم

ح - الحمد - الرحمٰن - الرحیم

ق - مستقیم

مقطعات کے تعیّن کا قاعدہ

مقطعات کا تعین یعنی یہ معلوم کرنا کہ فلاں مقطعہ فاتحہ کی فلاں آیت یا فلاں الفاظ کا اختصار ہے، یوں کیا جاتا ہے کہ پہلے اس مقطعہ کے حروف سے حسب فہرست مندرجہ بالا یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ ان حروف سے کیا کیا آیتیں اور

کیا کیا الفاظ فاتحہ کے بن سکتے ہیں، چنانچہ مثلاً الٓمٓ سے کئی آیات یا الفاظ کی طرف اشارہ نکلتا ہے۔

اس کے بعد آپ کو وہ سورۃ یا سورتیں پڑھنی چاہئیں جن کے سر پر الٓم لکھا ہو، پھر جو مضامین بکثرت اور مرکزی طور پر اس سورۃ یا سورتوں میں بیان ہوں اُن کے مناسب حال آپ مقطعات کے حروف کے معنی لیکر کہہ سکتے ہیں کہ یہ مقطعہ فاتحہ کی فلاں آیت کا مقطعہ ہے، کیونکہ آیت میں اسکے حروف اور سورۃ میں اُس کے مطالب موجود ہیں۔ مثلاً حٰم کے حروف سے معلوم ہوا کہ یہ حروف الحمد للہ ۔ رحمٰن ۔ رحیم ۔ مالک یوم الدین مستقیم ۔ انعمت علیھم ۔ مغضوب علیھم میں پائے جاتے ہیں پھر آپ حٰم والی چھ سورتیں یعنی مؤمن ۔ سجدہ ۔ زخرف ۔ دخان جاثیہ ۔ احقاف سب کو پڑھ جائیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ یہ تمام سورتیں مکی ہیں، اور اکثر حصہ ان کا توحید اور صفات واسماء و افعالِ الٰہی سے بھرا پڑا ہے ۔ پس معلوم ہوا کہ حٰم کی سورتوں میں الحمد للہ ربّ العٰلمین۝ الرحمٰن الرحیم۝ مٰلک یوم الدّین تک کا بیان اکثر ہے، باقی جو لفظ ہم نے جمع کیے تھے اُن کا کوئی نمایاں ذکر نہیں ہے۔ لہٰذا حٰم اختصار ہوا سورہ فاتحہ کی آیات نمبر ۲ ۔ ۳ ۔ ۴ کا ۔ اور بس اسی طرح آہستہ آہستہ آپ سب کی حقیقت معلوم کر سکتے ہیں۔

قٓ کے متعلق کسی قسم کا جھگڑا ہی نہیں، کیونکہ یہ سورہ فاتحہ میں صرف ایک جگہ لفظِ مستقیم میں آیا ہے، اور اس سے سوائے مستقیم کے

لفظ کے اھدنا الصراط المستقیم کی ساری آیت مراد نہیں لی جاسکتی
کیونکہ ق کے بعد آیت کا نشان نہیں ہے بلکہ صرف قف ہے۔

ص اور ط کا تعین بھی بہت آسان ہے، کیونکہ یہ لفظ صراط کا اختصار ہیں اور صراط المستقیم اور صراط الذین انعمت علیہم والی آیتوں میں آتے ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ جب ط کسی مقطعہ میں آتی ہے تو فاتحہ کی آیت نمبر ۶ والی صراط مراد ہوتی ہے، اور اگر ص کسی مقطعہ میں آئے تو آیت نمبر ۷ والی صراط مراد ہوتی ہے۔ غرض اسی طرح حروف کو ایک طرف دیکھ کر، اور سورتوں کے مضامین کو دوسری طرف پڑھ کر اور غور کر کے تعین کرتے چلے جاؤ۔ فی الحال جو میں نے نتیجہ نکالا ہے وہ حسب ذیل ہے ممکن ہے اس میں بعض غلطیاں ہوں، مگر اس کے لیے ان سورتوں کا مطالعہ ضروری ہے اور یہ بات خاص محنت چاہتی ہے۔ اگر مستعد اور شوقین لوگ اس روشنی میں توجہ کریں تو کئی مفید باتیں نکال سکتے ہیں، بہرحال یہ ایک سرسری خاکہ ہے جو فی الحال میری نظر میں ہے :-

الٓمٓ میں انعمت علیہم۔ ضالین اور مغضوب علیہم کا ذکر ہے یعنی فاتحہ کی آیت نمبر ۷ کا۔ چنانچہ بقرہ میں یہ تفسیر نہایت نمایاں طور پر ظاہر ہے اور مومنین، انبیاء اور آدم کے حالات، نیز ابلیس، اہل کتاب کافر اور منافقوں کی کرتوتوں سے یہ سورۃ اول سے آخر تک بھری پڑی ہے۔

سورۂ شوریٰ کی حٰمٓ عسٓقٓ میں حٰم والی آیات نمبر ۲-۳-۴ (یعنی اسمائے الٰہی) کے علاوہ ایاک نعبد وایاک نستعین ۵ اور

اھدنا الصراط المستقیم والی دو آیتیں یعنی نمبر ۵ و ۶ کا مضمون مزید اس میں داخل ہے، جس مضمون کی تصدیق خود یہ سورۃ بھی کرتی ہے کیونکہ اس کے آخر میں یہ آیت آتی ہے کہ اِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۙ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ، اور سورۃ کا مضمون بھی ایسا ہی کہتا ہے

یٰس کا مقطعہ دو حروفِ مقطعات سے مرکب ہے، ی سے یوم الدین یعنی آیت نمبر ۴ ، اور س سے صراط المستقیم والی آیت نمبر ۶۔ چنانچہ اس سورۃ میں جو "قرآن مجید کا دل" کہلاتی ہے، ایمان کے اصولوں اور آخرت اور حشر مابعد الموت ہی کا ذکر ہے چنانچہ صراط مستقیم کے متعلق تو اس میں دو آیتیں واضح بھی موجود ہیں۔ یعنی :-

۱ - اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۙ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

۲ - وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ

علاوہ ازیں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور قرآن کی ضرورت ، رسالت کی ضرورت اور اس کا فائدہ ، دشمنوں پر عذاب ۔ انعاماتِ الٰہی ، برزخ ۔ حشر اہلِ جنت ، اہلِ دوزخ ، خلقِ آخر وغیرہ کا یعنی صراط المستقیم اور یوم الدین دونوں کا ذکر ہی اس سورۃ کے مرکزی نقطے ہیں۔

الر کا مقطعہ کامل آیت نہیں ہے، اس لیے اس کی تفسیر اللہ اور ربّ کے لفظوں سے ہی ہوتی ہے ، یہ کئی سورتوں پر آتا ہے مگر اس کی را کے متعلق یہ خیال کہ اس سے رحمٰن مراد لیا جائے ، یا

رحیم یا ربّ - مجھے یہ بات صحیح نتیجہ پر پہنچنے میں ممد ہوئی کہ ان سب سورتوں میں کئی کئی مضامین ہیں، لیکن ایک الرٰ والی سورۃ ایسی بھی ہے جسمیں صرف ایک ہی مضمون ہے یعنی "یوسف" پس اِس سورۃ کے مضامین نے یہ تعیّن کرا دیا کہ یہ سورۃ تمام کی تمام ربوبیتِ الٰہی کے بیان میں ہے، حضرت یوسفؑ کا بچپن میں رویا دیکھنا، پھر بھائیوں کا سلوک، پھر خدا کی ربوبیت جو کنوئیں میں، قافلہ میں، جنگل میں، عزیزِ مصر کے ہاں، قید خانہ میں، بادشاہ کے دربار میں، اور ملازمت کے وقت، غرض ہر حال اور ہر ترقی کے دَوران میں اُن کے ساتھ رہی، اور اُن کی تربیت کرتی رہی، اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ را ربّ کی ہے اَور کسی لفظ کی نہیں، پھر دیکھا تو اَور سب الرٰ والی سورتوں میں بھی ربوبیت کے ذکر کو نمایاں طور پر پایا، اِس لیے اِن الفاظ کا یہ نتیجہ نکالا کہ یہ سورتیں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے ذکر سے مخصوص ہیں، اور الحمد کی آیت نمبر ۲ کا جزو ہیں۔

الم اور المص درحقیقت ایک ہی چیز ہیں۔ الم میں انعمت علیھم۔ مغضوب علیھم اور ضالین گروہوں کا ذکر ہے، اور المص میں اُن کے راستے اور طریقے (ص = صراط) کا بھی ذکر ہے، چنانچہ ابلیس کی چالاکیاں، سبت والوں کے مکر، انبیاء کے مخالفین کے حیلے، بنی اسرائیل کا بگڑنا، اور سامری کی شرارتوں وغیرہ میں اُن کی صراط یعنی طریقہ کا حصہ زیادہ وضاحت سے بیان کیا گیا ہے، ورنہ آیت کے لحاظ سے الم بھی آیت نمبر ۷ ہے اور المص بھی آیت نمبر ۷ ہے، اور المص میں شیطان

کہتا ہے کہ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ اور شعیب کی قوم کو حکم ہوتا ہے کہ وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ - غرض ان طریقوں کا ذکر ہے جن کی وجہ سے ان لوگوں کی چالاکیوں سے صراطِ مستقیم مشتبہ ہو جائے -

سورہ رعد کا **الٓمّٓرٰ** - یہ الٓر والی سورتوں کی جماعت میں داخل ہے نہ کہ الٓمٓ والی جماعت میں، کیونکہ اس کے آگے آیت کا نشان نہیں بلکہ یہ نامکمل آیت اور اس کے آگے صرف علامتِ وقف ہے - پس الٓر کے مطابق اس میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے اذکار کے علاوہ قریباً ساری سورۃ میں کفارِ مکہ (یعنی مغضوب علیہم گروہ) کو بھی مخاطب کیا گیا ہے، پس یہ مقطعہ الٓرٰمٓ چاہیے تھا، لیکن چونکہ مغضوب علیہم کا م پڑھتے وقت اسمیں ترتیلی ٹھوکر پیدا کرتا تھا، اس لیے اس ٹھوکر سے بچنے کے لیے، نیز بلحاظ روانی قرات اسے الٓمّٓرٰ بنا دیا گیا -

طٰہٰ = اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ

طٰسٓمّٓ = اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ

دونوں ایک ہی چیز ہیں، فرق یہ ہے کہ سورہ طٰہٰ کا وزن اس طرز کا ہے کہ اس کا مقطعہ طٰہٰ کے وزن پر ہونا چاہیے، اور طٰسٓمّٓ والی سورتوں کی آیتوں کی بناوٹ ایسی ہے کہ ان سے پہلے طٰسٓمّٓ آنا چاہیے۔ مثلاً دیکھو طٰہٰ ٥ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ٥ اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى - غرض اس سورۃ کی آیات کھڑے زبر پر ختم ہوتی ہیں اس لیے

مقطعہ بھی اسی وزن کا لایا گیا،

برخلاف اس کے طٰسٓمٓ کی دونوں سورتوں شعراء اور قصص میں آیتوں کا قافیہ طٰہٰ کی طرح کھڑا الف لیے ہوئے نہیں ہے بلکہ یوں ہے طٰسٓمٓ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ پس مبین ۔ مومنین ۔ خاضعین ۔ معرضین یا مومنون ۔ مفسدین ۔ وارثین وغیرہ کا ترتیلی جوڑ طٰسٓمٓ سے ہی لگ سکتا ہے، اور تشقیٰ ۔ یخشیٰ ۔ علیٰ ۔ استویٰ کے قوافی کا جوڑ طٰہٰ سے ہی لگ سکتا ہے، پس یہ ترتیلی خوبصورتی کے لیے ہے، ورنہ دونوں جگہ آیت وہی ہے۔

طٰسٓ (نمل) بھی ایک ایسا مقطعہ ہے کہ اس کے بعد آیت کا نشان نہیں ۔ یعنی یہ پوری آیت کا نمائندہ نہیں ہے بلکہ آیت نمبر ۶ کے بعض الفاظ کا غالباً اھدنا کو چھوڑ کر صرف الفاظ صراط المستقیم کا نمائندہ ہے، جیسے کہ ملکہ سبا کو بطفیل حضرت سلیمان علیہ السلام مخصوص طور پر سیدھا راستہ مل گیا تھا کہ بادشاہ نے اس پر چڑھائی کر کے اُسے مسلمان بنایا تھا، یہ ایسی ہدایت نہیں جس کے لیے کوئی دعائے اہدنا کیا کرے، بلکہ یہ ایک غیر معمولی راستہ صراطِ مستقیم پانے کا تھا، اس لیے اس سورۃ کا مقطعہ بھی نا تمام رہا یعنی طٰسٓ = صراط مستقیم ہی رہا، نہ کہ پوری آیت اھدنا الصراط المستقیم وَاللّٰہُ اَعْلَمُ

غرض میں نے مختصر طور پر مقطعاتِ قرآنی پر ایک نئے رنگ میں روشنی

ڈالی ہے، اور میں امید کرتا ہوں کہ میں نے ایک تفصیلی راستہ بھی کھول دیا ہے، تاکہ لوگ غور کر کے انفرادی طور پر ہر مقطعہ کے متعلق اور زیادہ صفائی سے علم حاصل کریں۔ اس وقت تو میں نے صرف ایک نامکمل سا ڈھانچہ بنا کر پیش کیا ہے۔ لیکن یہ بات بہت تلاوت اور غور چاہتی ہے۔ جو اصول میں نے بیان کیے ہیں وہ میرے نزدیک پختہ ہیں۔ لیکن ہر مقطعہ کا تعین اور تفصیل وقت اور مطالعہ چاہتے ہیں۔ ممکن ہے ہر الۤمۤ کے وہی ایک معنی نہ ہوں جو سورہ بقرہ میں واضح ہیں۔ اور ممکن ہے کہ ہر حٰمۤ کے وہی ایک معنی نہ ہوں جو سورۂ مومن میں ہیں۔ پس ترقی ہو سکتی ہے اور مزید اصلاح بھی، مگر اصل وہی رہے گا کہ یہ سورہ فاتحہ کے اجزا ہیں۔

تطبیق کا نمونہ

یعنی

سورۂ مریم اور کہیٰعص

یہاں میں بطور نمونہ ایک مقطعہ کا تفصیلی ذکر کروں گا، اور پھر اس سورۃ میں اس مقطعہ کے مطابق مضامین اور تفسیر کا ہونا بتاؤں گا، تاکہ آپ مقطعہ کے مضامین اور اس کی سورۃ کے مضامین خود بھی چیک کر سکیں اور پھر چیک کر کے یہ معلوم کر سکیں کہ آیا تطبیق ٹھیک اُترتی ہے یا نہیں یہی وہ راستہ ہے جس پر چلنے سے آپ مزید انکشافات اور ترمیمات اس مضمون میں کر سکیں گے۔ انشاء اللہ۔

اب میں قرآن مجید کے سب سے بڑے مقطعہ کہیٰعص اور اس کی

تفسیر یعنی سورہ مریم کے مضامین کی تطبیق ذرا تفصیلاً کرنے لگا ہوں، تاکہ وہ تمام بیان جو میں اب تک کرتا چلا آیا ہوں آپ کے سامنے مبرھن اور روشن ہو جائے۔

واضح ہو کہ کھیٰعص سورہ فاتحہ کی تین آیات کا مقطعہ ہے، یعنی آیت نمبر ۵-۶ اور ۷ کا، دوسرے الفاظ میں میرا یہ مطلب ہے کہ یہ مقطعہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۝ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ۝ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝ کا مخفف خلاصہ یعنی مقطعہ ہے، جس میں ک اور ع سے ایاک نعبد وایاک نستعین مراد ہے اور ھا د ی سے اھدنا الصراط المستقیم مراد ہے، اور ص سے صراط الذین ...... الایہ یعنی آخری آیت فاتحہ کی مراد ہے

اس کے بعد ہم سورہ مریم کی تلاوت شروع کرتے ہیں تو ہم کو صراحتاً اور نہایت نمایاں طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اس سورۃ میں اکثر یہی مضامین آئے ہیں بلکہ بعض جگہ تو الفاظ ایسے غیر مبہم ہیں کہ ایک ناواقف کو بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ یقیناً فاتحہ کی انہی آیات کا بیان اور انہی کی تفسیر ہو رہی ہے، لیجیے سنتے جایئے

سب سے پہلے حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا ہے۔ یہ ایاک نستعین کی تفسیر ہے، کیونکہ استعانت کے معنی دعا مانگنے ہی کے ہیں، اسی طرح آگے چل کر حضرت مریم صدیقہ علیہا السلام کی دعا کا ذکر ہے، اس کے ساتھ ہی ساتھ منعم علیہم گروہ کا ذکر ہے جس میں زکریا، مریم صدیقہ، یحییٰ، ابراہیم، موسیٰ ہارون، اسمٰعیل، اسحٰق، یعقوب، ادریس، آدم، نوح علیہم السلام کا بیان ہے

اور اُن کے بیان میں یہ آیت آئی ہے۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ .... ان کے ہمراہ مغضوب علیھم اور ضالین کا ذکر بھی چل رہا ہے، جن کا ذکر کہیں نام لے کر اور کہیں مجمل ہے مثلاً ابراہیمؑ کے باپ کا ذکر، اور اُس کی کج بحثی، اور اُس کے مظالم ابراہیمؑ پر پھر ایک جگہ فرمایا فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا .... پھر مومنوں کا ذکر فرمایا کہ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا .... پھر جہنمیوں کا ذکر آگے آتا ہے فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا پھر متقیوں کو فرماتا ہے ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا .... اسی طرح سورۃ کے آخر تک یہ مضمون انعمت علیھم لوگوں اور مغضوب علیھم اور ضالین کے متعلق چلتا رہتا ہے ضالین کا مخصوص ذکر حسب ذیل آیات میں ہے

(۱) قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا۔ نیز

(۲) لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ

عیسائیت کا ذکر مخصوص طور پر ان آیات میں آتا ہے :۔

(۳) مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحٰنَهٗ

(۴) وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ؕ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا

(۵) وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا

آیت اھدنا الصراط المستقیم کے متعلق جو بیان موجود ہے اُس میں صراحتہً اور نہایت واضح طور پر یہ آیت آتی ہے۔ وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ

وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ط هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۔ نیز یہ آیت يٰۤاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِیْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا

پھر جو دعائیں ہیں وہ سب ایاك نستعین کے ماتحت ہیں، مثلاً حضرت زکریاؑ اور حضرت مریمؑ کی تفصیلی دعائیں ہیں، اور حضرت ابراہیمؑ کا قول کہ وَاَدْعُوْا رَبِّیْ عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّیْ شَقِيًّا

اسی طرح ایاك نعبد کی تفسیر اور ذکر ہیں:۔

(۱) عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا

(۲) وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ

(۳) يٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ

(۴) اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا

(۵) جَنّٰتِ عَدْنِ ۨ الَّتِیْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ ط

(۶) تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا

(۷) رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ

ان سب میں ایاك نعبد کی تفصیل اور تفسیر ہے۔

غرض تمام مضامین سورہ مریم کے اوپر آ گئے۔ اور سب کے سب اِلّا ماشاءاللہ ان ہی تین آیات فاتحہ کی تفصیل اور تفسیر ہیں۔ اگر شبہ ہو تو خود پڑھیے لطف اٹھائیے۔ اور چشم بصیرت روشن کیجئے۔ یہ سورۃ بہت لمبی نہیں ہے صرف پندرہ منٹ میں آپ کو یقین آجائے گا کہ میرا یہ دعویٰ کہ "یہ

فاتحہ کی تین پچھلی آیتوں کی تفسیر ہے" بالکل سچا ہے، اور ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑے گا کہ یہ سورۃ کھٰیٰعص اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی بھی تفسیر ہے، پس معلوم ہوا کہ کھٰیٰعص دراصل فاتحہ ہی کی پچھلی تین آیتوں کا مقطوعہ ہے، اور یہی ہم نے ثابت کر دیا

اسی طرح اگر آپ خود ان مقطعات سے دلچسپی لیں تو آپ پر بھی انشاءاللہ تعالیٰ مزید علم منکشف ہو گا، اور ہر سورۃ سے یہ دعویٰ سچا ثابت ہو گا کہ "مقطعات دراصل دوسری دفعہ نازل شدہ فاتحہ یا مکررات آیاتِ فاتحہ ہیں"، اور جس طرح تفسیر کے وقت ایک مفسّر پہلے متن کو رکھتا ہے پھر اس کی تفسیر بیان کرتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے جس سورۃ کے اوپر فاتحہ کے یہ حصے رکھ دیے ہیں اُن میں مخصوص طور پر فاتحہ کی ان آیات یا الفاظ کی تفسیر ہے، اور جس سورۃ پر کوئی مقطعہ نہیں ہے وہ سورۃ صرف بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تفسیر ہے، جو وہ بھی سورہ فاتحہ ہی کی ایک آیت ہے۔

میں نے اپنی نوٹ بک میں تمام مقطعاتِ قرآنی کو اُن کی سُورتوں کے مضامین سے تطبیق دیا ہے، لیکن چونکہ مضمون اس طرح بہت لمبا ہو جاتا، اور میرا مقصد صرف راستہ دکھانا تھا، اس لیے اتنے پر اکتفا کیا گیا۔ اب میں احباب اور پڑھنے والوں کی خدمت میں درخواست کرتا ہوں کہ اگر یہ مضمون اُن کو خوش وقت کرے تو عاجز کے لیے دُعائے خیر فرمائیں۔ والسلام

تحدیثِ نعمت

میں آخر میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ مقطعات کے متعلق اُس نے مجھے ایک نیا راستہ بتایا۔ اور ساتھ ہی تحدیث بالنعمۃ کے طور پر عرض کرتا ہوں کہ مجھے ہمیشہ سے مقطعات کے حل کی تلاش اور فکر لگی رہتی تھی کہ ایک دن بغیر تفکر اور تدبر کے یکدم بجلی کی طرح محض اُس کے فضل سے یہ نکتہ میرے دل میں گھس گیا کہ "مقطعات فاتحہ ہی ہیں" جب اِس پر میں نے غور کیا تو درست پایا۔ پھر جب میں نے مقطعات کو جمع کیا اور اُن کے معنی اور تفسیر سورتوں پر لگانے لگا تو ن کے معنے اور تعین کو درست نہ پایا، اور اِس چیز نے مجھے بہت پریشان کیا کہ ن مقطعات میں فِٹ نہیں آتا۔

جب اِسی اُدھیڑ بُن میں کئی دن گذر گئے تو ایک روز یک دفعہ ہی قرآنِ کریم کی یہ آیت دل پر القا ہوئی اور بار بار القا ہوئی

"اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَیْتُھُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ"

پس اسطرح مجھے تشفی ہوگئی کہ ن واقعی مقطعات میں سے نہیں ہے، بلکہ کُل مقطعات تیرہ ۱۳ ہی ہیں، اور لطف یہ کہ حروفِ مقطعات بھی تیرہ ۱۳ ہی ہیں، اور ان تیرہ ۱۳ مقطعات میں سے دو ۲ نہایت روشن اور نمایاں ہیں، ایک تو حٰمٓ کا مقطع جو بسبب صفاتِ الٰہی کا جامع ہونے کے اور فاتحہ کی آیات نمبر ۲-۳-۴ کا مقطع ہونے کے ایک نمایاں افضلیت

رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تمام صفاتِ عالیہ پر حاوی ہے۔

دوسرا مقطعہ جو اس سے کم درجہ پر ہے مگر باقی سب سے نمایاں ہے وہ الٓمٓ کا مقطعہ ہے جو بسبب انعمت علیہم اور مغضوب علیہم اور ضالین کے بیان کے انسانی تمام حالات پر حاوی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ یہی دونوں مقطعات قرآن مجید میں تعداد کے لحاظ سے بھی زیادہ ہیں۔ یعنی حمٓ اور الٓمٓ سات سات دفعہ قرآن مجید میں وارد ہوئے ہیں، اور باقی مقطعات کی نسبت اپنی تعداد اور معانی کے لحاظ سے سورج اور چاند کی طرح نہایت روشن اور چمکدار ہیں

اس آیت کے القا ہونے سے مجھے اس لیے بھی خوشی ہوئی کہ ان مقطعات کا یہ علم جو مجھے معلوم ہوا ہے، یہ بھی خدا کے فضل سے ہی ہے، اور صحیح ہے اور جو کچھ تائیدی طور پر میں نے خود غور و فکر سے لکھا ہے وہ بھی خدا ہی کا فضل ہے، ورنہ ایک جاہل اور کم علم بندہ کیا، اور اس کی تفتیش کیا!

وَآخر دعونا ان الحمد للہ رب العٰلمین

رُباعی

گر اصل فاتحہ! قرآن اُس کی ہے تعبیر
مقطعات ہیں پھر سُورتوں پہ کیوں تحریر؟
سو یاد رکھ، کہ یہ الحمد ہی کے ہیں ٹکڑے
یہ سُورتیں انہی اجزا کی کرتی ہیں تفسیر

ضمیمہ (۱)

مقطعات کا عملی فائدہ

جس طرح فاتحہ تمام قرآن کی کنجی ہے اسی طرح مقطعات اپنی اپنی سورتوں کی کنجیاں ہیں، جس طرح ایک تجوری کی ایک بڑی کنجی ہوتی ہے اور اندر کے ہر ایک خانہ کی پھر الگ کنجی ہوتی ہے، اسی طرح مقطعات جو الحمد کے اجزا ہیں، ان سورتوں کے لیے کنجی کے طور پر ہیں، اور فائدہ ان کا یہ ہے کہ ہم کو اصولاً مقطعہ سے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ اس سورۃ کا اصلی اور مرکزی مضمون کیا ہے، اور ہم کو اس مرکز کے گرد ہی چکر لگاتے رہنا چاہیے۔ مثلاً بقرہ کو کوئی جہاد کی سورۃ کہتا ہے، کوئی احکامِ حکومت کی، کوئی یہودیوں (یعنی اہل کتاب) کے متعلق کہتا ہے، کوئی کسی مضمون کو مرکزی بتاتا ہے، کوئی کسی کو، مگر حقیقت اس کی یہ ہے کہ اس کا مرکزی نقطہ الٓمٓ یعنی انعمت علیہم۔ ضالین اور مغضوب علیہم قوموں اور لوگوں کا بیان ہے۔ پس اگر اس مرکز کو نہ چھوڑو گے تو ساری سورۃ کے مطالب پر حاوی ہو جاؤ گے، ورنہ نہیں۔

اسی طرح حٰمٓ والی سورتوں کا مرکزی بیان صفاتِ الٰہی ہے، اگر اس کو مرکز بنا کر اس مضمون کا خیال رکھو گے تو ان سورتوں کے حقیقی اور صحیح معانی کے ماسٹر بن جاؤ گے، ورنہ ٹپے ٹوئیاں مارتے رہو گے۔ پس

یہ عملی فائدہ ہے مقطعات کا، نیز جس جس جگہ سلسلۂ آیات غیر مربوط معلوم ہوتا ہے وہاں ربط پیدا ہو جاتا ہے کہ خواہ کوئی بھی ضمنی مضمون کسی سورۃ میں چلتا ہو پھر پھرا کر پھر "آمدم برسر مطلب" کی طرح وہ اُسی مقطعہ کی طرف آجاتا ہے جو سورۃ کے سر پر واقع ہے۔

باقی جو سورتیں صرف بسم اللہ کے ماتحت ہیں، اُن میں اگر وہ لمبی سورتیں ہیں تو وہ الحمد کا مجمل خلاصہ ہیں، یا قصص ہیں یا پیشگوئیاں ہیں خدا تعالیٰ کی صفات رحمٰن اور رحیم کے ماتحت۔ اگر وہ چھوٹی سورتیں ہیں مثلاً ابتدائی مکی سورتیں، تو وہ سب خدا تعالیٰ کے نام اللہ اور اُم الصفات رحمٰن اور رحیم کی تفسیر ہیں۔

میرا ایک خواب

ستمبر ۱۹۴۳ء کے جن ایام میں مَیں مقطعات کے متعلق یہ مضمون اخبار الفضل میں شائع کروا رہا تھا اور اُس کی کئی قسطیں چھپ چکی تھیں تو میں نے خواب میں دیکھا کہ چند پرچے الفضل کے جنمیں یہ مضامین موجود ہیں حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضؓ کے سامنے رکھے ہیں اور حضورؓ بغور اُن کا مطالعہ فرما رہے ہیں، اور وہیں اپنے مطب میں تشریف رکھتے ہیں جہاں ہمیشہ بیٹھا کرتے تھے، مَیں پاس بیٹھا ہوں اور ایک اور شاگرد بھی سامنے بیٹھا ہے، حضورؓ ان پرچوں کو پڑھ کر مشتاقانہ فرمانے لگے کہ "باقی حصہ ان کا کہاں ہے؟" یعنی یہ پرچے تو ابھی مکمل نہیں ہیں، اس کے بعد حضورؓ وہیں فرش پر لیٹ گئے اور خاکسار بھی اُنؓ کے ساتھ لیٹ گیا، اور میں نے دیکھا کہ اُس وقت ہم دونوں نہایت بے تکلفانہ اور خوش ٹانگوں میں ٹانگیں ڈالے پڑے ہیں، اور مسرور ہیں اور ایک ہی چادر یا لوئی اوڑھے ہوئے ہیں فالحمدللہ۔ محمد اسمٰعیل از قادیان

ضمیمہ (۲)

بعض اعتراضات اور اُنکے جواب

[۱]

ایک بزرگ دوست یہ اعتراض کرتے ہیں کہ "نٓ حرفِ مقطوعہ ہے اور بے معنی ہے، اور یہ جو آپ نے اس کے معنی "دوات" کے کیے ہیں غلط ہیں"

جواباً عرض ہے کہ یہ معنی میں نے نہیں کیے بلکہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے یہ معنی اُن کی کتاب میں سے نقل کیے گئے ہیں کہ "دوات اور قلم اور جو کچھ اُن سے لکھا جاتا ہے (اُن کے مطالعہ کا نتیجہ تو یہی ہوگا) کہ تو اے محمدؐ! اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہے" چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے درسِ قرآنِ کریم کے نوٹوں کے پہلے اڈیشن کے صفحہ ۲۷۶ پر یہ مرقوم ہے کہ:-

"آیت ۱:- نٓ = دوات ـــ فرمایا قلم دوات کو لو، اور جو علوم دُنیا میں پیدا ہوئے ہیں سب کو جمع کرو ...... بلکہ فرمایا۔ قلم اور دوات کے ساتھ جو کچھ بھی آئندہ کبھی لکھا جائے گا اُس سے .... اِس امر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اب قلم اور دوات کا زمانہ آنے والا ہے"

مکرمی شیخ یعقوبؓ علی صاحب عرفانی کے شائع کردہ ترجمہ اور نوٹوں میں کردہ بھی حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے درس کے نوٹ میں حسبِ ذیل لکھا ہے:-

"دوات اور قلم کی قسم، جو کچھ (اُن سے) لکھتے ہیں یا لکھیں گے" تفسیر۔

اس سورۃ کو نٓ سے شروع کیا گیا ہے۔ نٓ کے معنی دوات کے ہیں یعنی دوات اور قلم کو ہم پیش کرتے ہیں...... اس کے لیے ترتیب آیات تائید کرتی ہے۔" (سیپارہ تبارک الذی۔ سورۂ قلم۔ مرتبہ شیخ یعقوب علی صاحب)

لُغت کی کتابیں

(۱) تسہیل العربیہ — نون بمعنی دوات

(۲) اقرب الموارد — النون۔ الدوات

(۳) لغات القرآن از عبد الحی عرب۔ النون۔ الدوات۔ قال اللہ تعالیٰ۔ نٓ والقلم۔ یہ لغت بھی مفرداتِ راغب اور حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے دروس کا خلاصہ ہے۔

پس معلوم ہوا کہ سورۂ قلم کے نٓ کے معنی ہی یہاں دوات کے کیے گئے ہیں نہ کہ نون کے۔

نٓ کا مطلب اور ترجمہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے درس میں۔ ضمیمہ درس القرآن

اخبار الفضل مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۲۸ء میں تحریر ہے کہ:۔

"نٓ والقلم وما یسطرون ○ قسم ہے نٓ کی اور قسم ہے قلم کی اور اُس کی جس کو وہ لکھتے ہیں...... اس لیے یہ معنی ہوئے کہ دوات اور قلم اور اُس سے جو کچھ لکھا جاتا ہے اُس کی قسم...... اس رسول کی شہادت کے طور پر دوات اور قلم اور اُس سے جو لکھا جائیگا پیش کرتے ہیں، اس سے یہی ثابت ہوگا کہ تُو بڑا عقلمند ہے" (یہاں سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قلم کا واؤ قسمیہ اپنے سے ماقبل نٓ پر بھی حاوی ہو سکتا ہے)

اب جبکہ قرآن مجید کے دو عظیم الشان مفسروں نے اس ن کے معنی دوات کے کیے ہیں تو پھر ہم کو اُن کی بات ہی ماننی پڑے گی۔

باقی یہ بات کہ ن اور نون میں فرق ہے، یہ بھی بالکل معمولی بات ہے، ڈکشنری میں حرف ن کا نام نون ہی لکھا ہے، اور نون کا مطلب ن ہی بیان کیا ہے۔ اسی طرح ن خفیفہ اور ن ثقیلہ کو نون خفیفہ اور نون ثقیلہ بھی لکھتے ہیں۔

[۲]

ایک اور صاحب پوچھتے ہیں کہ "حروفِ مقطعات پر مد کیوں ہیں؟" جیسے الٓمٓ - یٰسٓ وغیرہ پر، سو اس کی وجہ ظاہر ہے، یعنی یہ مقطعات خود آیت ہیں، اور ان کے بعد آیت کا نشان موجود ہے، پس جب یٰسٓ جو ایک پوری آیت ہے پڑھی جائے گی، اور اُس کے بعد کی لمبی لمبی آیتیں اُس کے بعد پڑھی جائیں گی تو ضروری ہے کہ آیتوں کے آخری الفاظ کی طرح مقطعات کے آخری حروف کو بھی لمبا کر کے پڑھا جائے، تاکہ آیات ترتیل میں ہموزن ہیں پس جس طرح یٰسٓ ۝ والقرآن الحکیم ۝ میں ہم حکیم کو لمبا کر کے بموجب قاعدہ قرأت کے پڑھتے ہیں، اسی طرح ہم یٰسٓ کا س بھی لمبا کر کے پڑھیں اس لیے اس پر مد ڈال دیا گیا۔ تاکہ دوسری تمام آیات کے آخری الفاظ کی طرح مقطعہ والی آیت کا آخری حصہ بھی کھینچ کر اور لمبا کر کے پڑھا جائے، پس یہ وجہ ہے مد ڈالنے کی اور لمبا کر کے پڑھنے کی۔ البتہ جہاں کھڑا زبر ہو جیسے کہ الٓرٰ میں، وہاں وہ کھڑا زبر ہی مد کا قائم مقام ہو جائے گا۔

[۳]

ایک اعتراض یہ ہے کہ "مضمون کے آخر میں آپ نے حٰمٓ اور الٓمٓ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ قرآن مجید میں سات سات دفعہ وارد ہوئے ہیں حالانکہ الٓمٓ صرف چھ سورتوں کے سر پر ہے۔ اس غلطی کی تصحیح کریں۔"

جواباً عرض ہے کہ میں نے جیسا کہ اس مضمون میں کسی جگہ بیان کیا ہے الٓمٓصٓ کو بھی الٓمٓ ہی سمجھا ہے، برخلاف اس کے الٓمٓرٰ کو الٓمٓ کی جماعت سے خارج کیا ہے۔ المص ذرا سے فرق کے سوا جو پہلے مذکور ہو چکا ہے دراصل الٓمٓ ہی ہے، اس لیے اُسے گنتی میں شریک کر لیا گیا ہے۔ ص کا حرف صرف ایک مزید چیز ہے، جیسے کہ حم کی فہرست میں ایک جگہ عسق ایک زیادتی ہے، مگر باوجود اس کے اُسے حم ہی کی گنتی میں رکھا گیا ہے۔

[۴]

چوتھا اعتراض یہ ہے کہ "مثلاً الم کے لفظ کو آپ نے انعمتَ علیھم اور مغضوب اور ضالین کا مخفف یا مقطوع قرار دیا ہے تو بموجب آجکل کے انگریزی رواج کے ان سب الفاظ کا پہلا حرف مقطوع میں آنا چاہیئے نہ کہ درمیان کا، جیسے کہ آپ نے ضالین کا درمیانی ل لے لیا ہے، حالانکہ ض لینا چاہیے تھا۔ درمیانی حرف لینے کا قاعدہ غلط ہے، اس کی توجیہ کریں۔"

جواباً عرض ہے کہ آپ تو الم کے معنی انا اللہ اعلم کیا کرتے ہیں

ان کو بھی اسی انگریزی قاعدہ کی رو سے غلط کہدیں، کیونکہ ا سے مراد انا اور ل سے مراد اللہ اور م سے اعلم آپ بیان کیا کرتے ہیں۔ اگر درمیان کا حرف بموجب آپ کی رائے کے نہیں آنا چاہیئے، تو پہلے آپ خود رجوع کریں، کیونکہ ل۔ اللہ کا پہلا حرف نہیں ہے، اور م۔ اعلم کا آخری حرف ہے۔ اسی طرح آپ طسم کے مقطعہ میں ط کے معنی لطیف کرتے ہیں، یہاں بھی ط درمیانی حرف ہے، پس یہ "دیگراں را نصیحت" والی بات کچھ مناسب معلوم نہیں ہوتی، اور جب عزیز عربی نژاد صحابہؓ نے الٓمٓ کے معنی انا اللہ اعلم کے کیے ہیں تو معلوم ہوا کہ اُن کی زبان میں یہ بات بالکل جائز ہے، گو موجودہ زمانہ کی انگریزی میں اس کا رواج نہ ہو، اور خواہ آپ اُن کے معنوں کے قائل نہ ہوں تب بھی آپ کو یہ ماننا پڑے گا کہ مستند اہلِ عرب کے نزدیک یہ ترکیب جائز ہے اور جو چیز اہلِ عرب کے نزدیک جائز ہے، وہ کسی دوسری زبان کے معیار پر پرکھنے سے ناجائز نہیں ہو سکتی۔

[۵]

ایک بزرگ نے یہ اعتراض کیا کہ "مقطعات کو دو کلاسوں میں تقسیم کرتے ہوئے آپ نے ایک جماعت وہ رکھی ہے جس کے بعد آیت ہے اور دوسری کلاس وہ رکھی ہے جس کے بعد وقف کا نشان ہے، حالانکہ آیتوں کے نشان اور وقف کی علامتیں تو بعد کی ایجادیں ہیں، حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں تھیں ہی نہیں، پس یہ آپ کی لاعلمی اور بے خبری ہے، اس حصہ کو کاٹ دیں۔"

جواباً میری طرف سے یہ عرض ہے کہ اگرچہ یہ درست ہے کہ قرآنی تحریر میں ○ نشانِ آیت کا اس زمانہ میں لکھا نہیں جاتا تھا، مگر آیتیں تو موجود تھیں، اور خود قرآن مجید میں ان آیات کا صریح ذکر ہے سنیئے:۔

(۱) منه آیات محکمات هن ام الکتاب واخر متشابهات

(۲) تلک آیات اللہ نتلوها علیک ....

(۳) الم تلک آیات الکتاب الحکیم

(۴) ولقد انزلنا علیک آیات بینات

(۵) وقالوا لولا فصلت آیاته وغیرہ وغیرہ

پھر سب سے بڑھ کر فاتحہ کو سبعا من المثانی کہہ کر اس کی آیات کی گنتی بھی معین کر دی ہے۔ اسی طرح آپ تمام قرآن کو دیکھ لیں، آیتوں کے نشان خواہ لگے ہوں یا نہ لگے ہوں ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہاں سے یہاں تک ایک آیت ہے۔ آیت تو اپنے قافیوں، اور خواتیم اور مضمون سے پہچانی جاتی ہے جس طرح ہر زبان میں فقروں کی بناوٹ سے ہم بتا دیتے ہیں کہ یہ فقرہ یہاں سے یہاں تک ہے، آگے نیا فقرہ شروع ہوتا ہے، کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرون اولیٰ کے لوگ آیتوں پر پورا ٹھیرا نہیں کرتے تھے؟ بس اسی ٹھیرنے کا نام آیت ہے، خواہ اس کے تحریری نشان غیر عربی لوگوں کے لیے بعد میں مقرر کیے جائیں کیا احادیث میں یہ نہیں آتا کہ جو سورہ کہف کی دس پہلی اور دس پچھلی آیتیں تلاوت کرے گا وہ فتنہ دجال سے محفوظ رہے گا۔ اگر قرون اولیٰ میں لوگوں کو آیتیں معلوم نہیں تو اس حدیث کے معنی ہی کیا ہوئے؟ کیا صحابہ کے اقوال میں متعدد جگہ ایسے الفاظ نہیں آتے کہ "بقدر چالیس آیات آنحضورؐ یا ہم لوگ پڑھا کرتے تھے"؟ اور ایک جگہ تو آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات بھر نماز میں ایک آیت ان تعذبهم فانهم عبادک ...... الآیہ پڑھتے رہے، پس سورتوں اور آیتوں کا تعین تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہی کرا دیا تھا، باقی تحریر میں بچوں اور عجمیوں کے لیے آیتوں کے نشان اگر کسی نے بعد میں لگا دیے تو اس کا کیا حرج ہے؟ بلکہ احادیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن مجید کی آیات کو اس طرح

ٹھیر ٹھیر کر پڑھا کرتے تھے کہ ان اوقات کی نسبت کسی کو شبہ رہ ہی نہیں سکتا تھا، اور فاتحہ کی تو ایک ایک آیت حضورؐ نے صحابہ کو الگ الگ گنوائی ہے چنانچہ فرمایا کہ جب بندہ کہتا ہے الحمد للہ رب العٰلمین تو خدا یوں فرماتا ہے اور جب بندہ کہتا ہے الرحمٰن الرحیم تو خدا یوں فرماتا ہے۔ اور جب بندہ کہتا ہے مالک یوم الدین تو خدا یوں فرماتا ہے۔ غرض اسی طرح حضورؐ نے فاتحہ کی سب آیتیں گنی ہیں۔ پس آپ کا اعتراض کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں آیتیں نہ تھیں میری سمجھ سے باہر ہے، آیتیں تو تھیں صرف نشانات آیت نہ تھے، اور وقف یعنی آیت سے کسی قدر کم ٹھیرنے کا علم بھی سب کو تھا، ہاں نشانِ وقف و آیت وغیرہ عجمیوں کے لیے بعد میں لکھنے تجویز کیے گئے، سو اس سے اصل مطلب میں کیا فرق پڑ گیا؟ ابتدائی زمانہ میں تو قرآن مجید پر زیر زبر بھی نہ تھے تو کیا یہ کہہ دیا جائے کہ اس وقت قرآن کسی اور طرح کا پڑھا جاتا تھا؟ اسی طرح قرونِ اولیٰ کے عرب ہر آیت پر پورا ٹھیرتے تھے اور وقف پر اس سے کم وقفہ دیتے تھے، سو اب بھی یہی حال ہے، اور جب بھی یہی حال تھا، اسی زیادہ ٹھیرنے کا نام آیت اور کم ٹھیرنے کا نام وقف ہے۔

[۱۶]

ایک صاحب اعتراض فرماتے ہیں کہ "بسم اللہ کی آیت فاتحہ کا جزو نہیں ہے، یہ محض آپ کی زبردستی ہے۔" اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کے پاس جو قرآن آیات کے نمبر والا ہے اسے دیکھ لیں، اگر شک ہو تو فاتحہ کی سات آیات بغیر بسم اللہ کے گن کر دکھا دیں۔ کیونکہ فاتحہ کی بغیر بسم اللہ کے صرف چھ آیتیں رہ جاتی ہیں۔ خواہ باقی قرآنی سورتوں میں بسم اللہ محسوب ہو یا نہ ہو، مگر فاتحہ بغیر بسم اللہ کے کامل ہرگز نہیں ہو سکتی، کیونکہ اس کے بغیر فاتحہ کی سات آیات کی گنتی پوری نہیں ہوتی، چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کا صریح فتویٰ "فتاویٰ احمدیہ" کے صفحہ ۲۰ پر موجود ہے کہ "فاتحہ کی پہلی آیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے"۔

[۷]

ایک اعتراض یہ ہے کہ "جب مقطعات بے معنی الفاظ ہیں تو پھر آپ نے بسم اللہ کو مقطعہ کیوں کہا؟" اس کا جواب یہ ہے کہ واقعی دراصل تو بسم اللہ مقطعہ نہیں ہے، بلکہ فاتحہ کی ایک آیت اور فاتحہ کا خلاصہ ہے مگر صرف سمجھانے کی خاطر اُسے وہاں مقطعہ کہدیا گیا ہے، کیونکہ قرآنی سورتوں میں یا تو مقطعات کی تفسیر ہے یا بسم اللہ کی۔ اس لیے اسے بھی ایک مقطعہ یا اُم المقطعات کا نام دے دیا گیا ہے، ورنہ دراصل اس میں مقطعات والی خاصیتیں نہیں ہیں، کیونکہ وہ کسی آیت کا اختصار نہیں ہے، بلکہ خود ایک پوری بامعنی آیت ہے، ہاں یہ ٹھیک ہے کہ ہر سورۃ میں اس کی تفسیر کسی نہ کسی رنگ میں پائی ضرور جاتی ہے۔

[۸]

ایک اعتراض یہ ہے کہ "مقطعات کو فاتحہ کی آیات اور الفاظ کا اختصار سمجھنا آپ نے کسی زبردست دلیل سے ثابت نہیں کیا، محض بعض قرائن پیش کیے ہیں جو خود کچھ زبردست نہیں ہیں"۔

اس کے جواب میں عرض ہے کہ جو معانی ان مقطعات کے پہلے آپ مانا کرتے تھے وہ کن زبردست دلائل اور پختہ حسابی تشریحات پر مبنی ہیں؟ کہ اُن کے ماننے کے لیے تو آپ تیار ہیں مگر ان کے ماننے کے لیے آپ کو ایک اور ایک دو کی طرح دلائل اور براہین درکار ہیں، مہربانِ من! خدا رسالت، قیامت، اور سب چیزیں جو ایمانیات میں داخل ہیں، اُن کا انحصار بھی بعض قرائن پر ہوتا ہے نہ کہ رویت پر، پھر یہاں رویت والی دلیلیں

ہم کس طرح دکھا سکتے ہیں ؟ کلام الٰہی تو روحانیات میں داخل ہے ، اور اس کے تمام حقائق و معارف حسابی میزان پر نہیں بلکہ روحانی میزان پر تولے جاتے ہیں اور قرائن انشراح صدر اور ایمانی تشریحات پر ان کا مدار ہوتا ہے ، نہ کہ اقلیدس اور ہندسہ والے دلائل پر ، پس ایسا مطالبہ غلط ہے ، لیکن یہ صحیح ہے کہ میرے قرائن لغو اور کمزور نہیں ہیں ۔ مثلاً سبعاً من المثانی والا قرینہ کیا کوئی کمزور دلیل ہے ؟ بلکہ سَو دلائل پر بھاری ہے ، اور بغیر ہماری توجیہ کے اور سب توجیہات مقطعات کی ان کو کسی نظام کے ماتحت نہیں لاتیں ۔ پس یہ بھی ایک عمدہ دلیل ہمارے صحتِ خیال کی ہے ، نیز بعض مقطعات کا صراحتہً فاتحہ کی بعض آیات کا اختصار ہونا اور نظر آنا نہایت عمدہ دلیل اس بات پر ہے کہ باقی مقطعات بھی فاتحہ ہی کی آیات ہیں ۔ پھر کل حروفِ مقطعات کا فاتحہ میں پایا جانا کیسی عجیب دلیل ہے جس کو رد کرنا آسان نہیں ، بلکہ اسی ضمن میں ایک نئی بات یہ معلوم ہوئی کہ قرآن مجید میں سات یا سات سے کم آیتوں والی بارہ سورتیں ہیں مگر عجیب تر بات یہ ہے کہ کسی ایک سات یا اس سے کم آیتوں والی قرآنی سورۃ میں بھی تمام حروفِ مقطعات فاتحہ کی طرح موجود نہیں ہیں ۔ مثلاً سورۃ ماعون میں حرف ق موجود نہیں ۔ سورۃ کافرون میں ح ۔ س ۔ ص ۔ ط موجود نہیں ، اور سورہ الناس میں ح اور ط موجود نہیں ہیں ، گویا حکمتِ الٰہی نے ارادتاً تیرہ [۱۳] حروفِ مقطعات صرف فاتحہ میں ہی رکھے ہیں ، باقی سات یا کم آیتوں والی قرآنی سورتوں میں جو بارہ [۱۲] عدد سورتیں ہیں ، کسی ایک میں بھی پورے حروفِ مقطعات نہیں پائے جاتے ۔

پس یہ ایک نیا قرینہ قائم ہو گیا کہ صرف فاتحہ میں تمام حروفِ مقطعات موجود ہیں ، اور اس کے برابر کی کسی اور سورۃ میں یہ موجود نہیں ہیں ، اور یہ بارہ [۱۲] سورتیں حسبِ ذیل ہیں ۔ قدر ۔ عصر ۔ فیل ۔ قریش ۔ ماعون ۔ کوثر ۔ کافرون

نصر - لھب - اخلاص - فلق اور ناس

ذیل میں پوری آیتوں کے مقطعات کا ایک نقشہ دیا جاتا ہے جس سے آپ کو سمجھنے میں آسانی ہو جائے گی، نامکمل آیت یا الفاظ کے مقطعات کا ذکر پہلے آچکا ہے :-

(۱) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ — اس کا کوئی مقطعہ نہیں ہے

(۲) الحمد للہ رب العٰلمین ○
(۳) الرحمٰن الرحیم ○
(۴) مالک یوم الدین ○
} حٰم ۲+۳+۴

(۵) ایاک نعبد وایاک نستعین ○
(۶) اھدنا الصراط المستقیم ○ ...... طٰہٰ - طٰسٓمٓ
(۷) صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین ○ .... الٓمٓ - الٓمٓصٓ

عٓسٓقٓ ۵+۶ — یٰسٓ ۴+۵+۶ — کٓھٰیٰعٓصٓ ۵+۶+۷

(نوٹ - یٰسٓ کی بابت میں نے پہلے لکھا تھا کہ یہ فاتحہ کی آیت ۴ اور ۶ کا مقطعہ ہے، مگر مزید غور کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ آیات ۴ - ۵ - ۶ تینوں کا مقطعہ ہے - جیسا کہ یہاں اس نقشہ میں ظاہر کیا گیا ہے -)

باوجود ان سب کے میں پھر یہی کہتا ہوں کہ ممکن ہے میرے مضمون میں کئی غلطیاں ہوں - اب یہ آئندہ غور کرنے والوں کا کام ہے کہ وہ غلطی کو چھوڑ دیں اور صحیح اور دل پسند چیز کو لے لیں، اور عاجز کے حق میں دعائے خیر فرمائیں - میرے نزدیک یہ غلطیاں تعین مقطعات میں

ہو سکتی ہیں، یں فاتحہ کا اِن مقطعات کے اصل ہونے پر پختگی سے قائم ہوں
پس یہ خطا شاخوں میں ہو سکتی ہے اصل دعوے میں نہیں

مذکورہ بالا اعتراضات کے سوا، اور کوئی اعتراض کسی طرف سے میرے کان میں نہیں پڑا - اس لیے فی الحال اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے صرف قارئین سے ایک ضروری درخواست یہ ہے کہ وہ مقطعات کا یہ سارا مضمون یکدم پڑھ جائیں - اس طرح امید ہے کہ مضمون ایک تسلسل کے ساتھ اُن کے ذہن میں آجائے گا، اور اخبار میں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر جو یہ مضمون چھپا ہے، اس کے نقائص بھی دُور ہو جائیں گے +

مُقطّعات کی رُو سے پُوری فاتحہ

اگر کوئی صاحب مُقطّعات کی رُو سے پُوری سورۃ فاتحہ پڑھنی چاہیں تو اُن کے لیے یہ کافی ہے " حٰمٓ عٓسٓقٓ الٓمٓ " بس ساری فاتحہ اس میں آگئی -

اسی طرح چند اور طریقوں سے بھی پوری فاتحہ بن جاتی ہے +

ضمیمہ (۳)

نٓ کا مقطعہ اور انگریزی میں مقطعات کے پہلے حروف

(از پیر صلاح الدین صاحب ای۔اے۔سی میانوالی)

(۱)

الفضل میں نٓ کے مقطعہ ہونے کے متعلق مضمون پڑھا تو مجھے خیال آیا کہ دیکھوں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی اس کے متعلق کیا رائے ہے، چنانچہ تفسیر کبیر دیکھنے سے معلوم ہوا کہ حضور بھی اس کو مقطعات میں شامل نہیں کرتے۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں:۔

"میری تحقیق یہ بتاتی ہے کہ جب حروفِ مقطعات بدلتے ہیں تو مضمونِ قرآن جدید ہو جاتا ہے، اور جب کسی سورۃ سے پہلے حروفِ مقطعات استعمال کیے جاتے ہیں تو جس قدر سورتیں اس کے بعد ایسی آتی ہیں جن سے پہلے مقطعات نہیں ہوتے، ان میں ایک ہی مضمون ہوتا ہے۔" (تفسیر کبیر صفحہ ۷-۸)

آگے چل کر صفحہ ۹ کالم ۲ میں فرماتے ہیں:۔

"سورہ قٓ حرفِ قٓ سے شروع ہوتی ہے، اور قرآن کریم کے آخر تک ایک ہی مضمون چلا جاتا ہے۔"

گویا حضور قٓ کو آخری مقطعہ مانتے ہیں، اور نٓ کو مقطعات کی مد میں شامل نہیں کرتے۔

(۲)

مضمون مقطعات پر الفضل میں کسی صاحب کا یہ اعتراض پڑھ کر کہ "انگریزی

زبان کا قاعدہ یہ ہے کہ مقطعات میں صرف پہلا حرف لیتے ہیں"، میں نے انسٹیل ڈکشنری کی Abbereviations دیکھیں تو ایک Abbereviation مندرجہ ذیل نکلی:-

I owe you = I. O. U.

اس میں you کی بجائے صرف u بجائے y کے آواز کی مناسبت کی وجہ سے رکھا ہے، بہر حال یہ ثابت ہو گیا کہ انگریزی میں یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ ضرور پہلا حرف ہی لیا جائے، اور نہ ہی Abbereviation. کے معنوں میں یہ درج ہے کہ پہلا حرف ہی لیا جائے۔ چنانچہ اس کے معنی یہ لکھے ہوئے ہیں:-

A syllable, letter or series of letters, standing for a word or words.

نیز عدالتوں میں کراس اگزامینیشن یعنی جرح کے لیے Cross Exam n. کی جگہ XXN اور مکرر جرح یعنی Re Examination کی بجائے Re x n کے مخففات استعمال ہوتے ہیں۔ گویا Examination کو x n لکھا جاتا ہے، جو پہلے حرف E سے نہیں شروع ہوتا بلکہ x یعنی ایک درمیانی حرف سے شروع ہوتا ہے۔

لندن سے ایک خط

لندن - مورخہ ۱۱ر فروری ۱۹۴۴ء

مکرمی و مخدومی حضرت میر محمد اسماعیل صاحب حفظکم اللہ - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

قبل ازیں میں ایک خط معرفت ایڈیٹر الفضل بذریعہ عام ہوائی ڈاک ارسال کر چکا ہوں جس میں میں نے سورہ القلم کے نٓ کے متعلق کچھ عرض کیا تھا - میں اس کے متعلق کئی روز سے یہ لکھنے کا ارادہ کر رہا تھا کہ نٓ کے معنی دوات لینا اس لحاظ سے درست ہو سکتا ہے کہ حرفِ نٓ کو حروفِ مقطعات میں سے قرار دیکر اسم "نون" کا جس کے معنی دوات کے ہیں پہلا حرف قرار دیا جائے۔ بعض مفسرین نے اس کے معنی "دوات" کے اسے مقطعہ قرار دیکر ہی لیے ہیں۔ مگر کل الفضل کے پرچے ملے جن میں آپ کے مضمون کی آخری اقساط درج تھیں اور نٓ کے معنوں کے متعلق بھی آپ کا جواب درج تھا۔ میرے نزدیک حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہٖ العزیز نے جو نٓ کے معنی دوات کیے ہیں تو اُسے "نون" کا جس کے معنی دوات کے ہیں مقطعہ قرار دیکر کیے ہیں اور حرفِ قسم کو اس سے پہلے محذوف مانا ہے ، ورنہ عربی زبان میں مجھے کوئی ایسی مثال معلوم نہیں ہے کہ نٓ یا کوئی اور حرف لکھ کر اُس کے معنی اُسے بغیر مقطعہ لینے کے اسم کے لیے گئے ہوں، جیسے مثلاً "ع" لکھا ہو تو اُس کے معنی کبھی چشمہ یا آنکھ یا سونے کے نہیں لیے جائیں گے جب تک کہ اُسے عین کی صورت میں نہ لکھا جائے یا اُسے "عین" کا مقطعہ نہ قرار دیا جائے۔

۲ - علامہ ابو السعود نے اپنی تفسیر میں نٓ کو ساکن وقف کی بنا پر قرار دیا ہے اور صٓ والقرآن ذی الذکر میں بھی وقف کے متعلق اختلاف ہے۔ اسی لیے بعض قرآنوں میں صٓ کے بعد وقف کی کوئی علامت نہیں دی گئی

بہر حال آپ کی تفسیر مقطعاتِ قرآنیہ کی ایک نئی تفسیر ہے جو میرے نزدیک نہایت عمدہ ہے اور ایک اصل کے ماتحت سب مقطعات کی تفسیر ہے اور اس امر کی دلیل ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ اور آیات کے اندر معارف کے خزائن مستور ہیں جزاکم اللہ احسن الجزاء - آخر میں دعا کیلئے عاجزانہ درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ صراط مستقیم پر قائم رکھے اور خدمتِ اسلام کی توفیق بخشے - آمین

خاکسار - جلال الدین شمس

مُقطعات کے متعلق لٹریچر

(از محمد اسماعیل پانی پتی)

یہ کتاب شائع کرتے وقت مجھے خیال آیا کہ مقطعات کے متعلق عربی یا اُردو میں ابتک جو کچھ لکھا گیا ہے اس کے حوالے جس قدر مل سکیں یکجا کر دوں، تاکہ جن اصحاب کو اس لٹریچر کے مطالعہ کا موقع ملے، وہ حضرت میر محمد اسماعیل صاحب کے اس مضمون کی وقعت، عمدگی اور لطافت کا صحیح اندازہ لگا سکیں، چنانچہ اس بارہ میں میری تلاش کا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

عربی زبان میں مقطعات پر کوئی مستقل علیحدہ کتاب غالباً نہیں لکھی گئی، فہرست ابن ندیم اور کشف الظنون، اس قسم کی کسی کتاب کا نام نہیں بتاتیں، ویسے قریباً تمام عربی تفاسیر میں اس موضوع پر بحث کی گئی ہے اور ہر ایک مفسر نے اپنا نیا نظریہ پیش کیا ہے۔

متاخرین میں سے حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اپنی تصنیفات الخیر الکثیر اور فوز الکبیر میں مقطعات پر مفصل طور سے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے اس مضمون کی تشریح اور تفصیل حضرت شاہ عبد العزیزؒ نے اپنی تفسیر فتح العزیز میں بڑی وضاحت سے کی ہے۔ علم خواص الحروف کی کتابوں میں بھی مقطعات کے متعلق بہت کچھ لکھا گیا ہے۔

اُردو میں اس موضوع پر البتہ دو مستقل رسالے شائع ہوئے ہیں:۔

(۱) مقطعاتِ قرآنی کی فلاسفی۔ مصنفہ مکرمی شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی، جس میں اُنہوں نے حروف سے مراد اللہ کے نام لیے ہیں جو ان حروف سے شروع ہوتے ہیں، چھوٹی تقطیع ۸۲ صفحات

(۲) حروفِ مقطعات کے اشارات و کنایات۔ مصنفہ خان بہادر حاجی رحیم بخش صاحب ایم۔ اے یہ چھوٹی تقطیع کے ۹۸ صفحات کا رسالہ ہے جس میں مصنف نے یہ بتایا ہے کہ ان حروف کے واقعاتِ آئندہ کے متعلق پیشگوئیاں وابستہ تھیں جو اپنے اپنے وقت پر پوری ہوئیں۔

ان کے علاوہ اُردو کی مختلف تفاسیر میں مقطعات پر لمبی لمبی بحثیں ہیں جو تمام تر عربی تفاسیر سے ماخوذ ہیں حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ نے اپنی کتاب نور الدین میں مقطعات پر ایک تحقیقی مضمون لکھا ہے، حضرت مولوی سرور شاہ صاحب نے بھی اپنی تفسیر میں تیرہ ۱۳ صفحات اس کے متعلق سپرد قلم کیے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ

ختم شد